تجردِ تختۂ اوّل ہے میری مشقِ ابجد کا
مٹانا لوحِ دل سے نقش ناموسِ اب و جد کا
دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

یہ کس کو بے خطا مارا ہے اُس نے تیرِ مژگاں سے
کہ آیا جوش میں طوفان خجلت آبِ پیکاں سے
پریشانی عیاں ہے سر بسر زلفِ پریشاں سے
الٰہی کس کے غم میں نکلے آنسو چشمِ فتاں سے
کہ عطرِ فتنہ میں ڈوبا ہے رومال اُس سہی قد کا

مئے بے دُردِ حسنِ صاف تک پہنچے ساری مشتاقی
گیا وہ دور اب رندوں سے کیوں ہے اتنی ناچاقی
یہ ٹھنڈی گرمیاں کچھ چھوڑ کچھ انصاف کر ساقی
کہاں ہے آتشِ یاقوتِ لب میں وہ بھڑک باقی
کہ خطِ سبز نے چھینٹا دیا آبِ زمرد کا

صفِ اغیار ہے مجلس نشیں پہلو ہے قاتل میں
کوئی کہہ دے کہ مجھکو کیوں پھنسا رکھا ہے مشکل میں
یہی تجویز دے اتنی تو ہو تیری جگہ دل میں
کنارے پر بٹھا لے مجھکو ظالم اپنی محفل میں
گناہِ شوقِ سجدہ ہے جو میں ہوں مستحق حد کا

قلم رکھ دے قلم کر اپنے دونوں ہاتھ خنجر سے
سراپا اُس کا تو کھینچے گا سر توڑا اپنا پتھر سے
چلا ہے کھینچنے اُس قد کو کیا قمری کے شہپر سے
بنایا خامۂ مو کو ہمارے دستِ لاغر سے
کھنچا لیکن نہ دامن اے مصور اُس سہی قد کا

یہ اسبابِ جفا مٹ جائیں گے نقشِ فنا ہو کر
کمند اے ترک ہو جائے گی آہِ نارسا ہو کر
کماں بل کھائے گی اُترے گا چلہ بد نما ہو کر
اُڑیں گے دھجیوں میں تیر ترکش سے جدا ہو کر
ہمارے بعد ہے اللہ تیرے ظلمِ بیحد کا

زبانیں خلق کی بے سر سنبھالے کب سنبھلتی ہیں
کلیجے پر برابر برچھیاں طنزوں کی چلتی ہیں
نئی عادت جو ڈالی کٹ باتیں تم کو پھلتی ہیں
چھپے تم مجھ سے کیوں گل ہنستے ہیں شاخیں نکلتی ہیں
تمہارے پردے میں عالم ہے ذوالقرنین کی سد کا

خبر آنے کی تھی پیغامِ اجل کا جانِ مضطر کو
الف آسا بنایا مدِ زائد جسمِ لاغر کو

مٹایا مستی نے یک قلم ہستی کے دفتر کو / ہوا میں ناتوان سُنکر صدائے پائے دلبر کو

مجھے کھٹکا تھا مثلِ ہمزہ وصل اُس کی آمد کا

جو فکرِ شعر کی موج آگئی صحرائے وحشت میں / گیا جی ڈوب وبے اس قدر دریائے فکرت میں

درِ معنی نہ پایا اور کوئی جوشِ رقت میں / لکھے رو رو کے مضموں بیکسی کے دشتِ غربت میں

زمینِ شعر پر عالم ہوا دریا برآمد کا

دکانِ حسن حق کی بندۂ بے دام خلقت ہے / تہ محرابِ ابرو سجدہ اب عینِ عبادت ہے

خریداری تری جی بیچ کر حکمِ شریعت ہے / ترے بازار میں ایماں فروشی رکنِ طاعت ہے

دمِ سودا بنا سنگِ ترازو سنگ اسود کا

ترے آگے زمیں میں گڑ گیا سروِ چمن واللہ / خراماں تو ہوا کبکِ دری بھولا یہ چلن واللہ

غضب گرمی بلا شوخی قیامت بانکپن واللہ / تری کیا بات ہے اے شاہدِ پاکِ سخن واللہ

عجب انداز ہے ناز و ادا کا چال کا قد کا

ترا کلمہ پڑھیں کیونکر نہ خوبانِ جہاں یکسر / نہیں ہے کوئی تجھسا قاف تا قاف اے پری پیکر

گرا نظروں سے حسن تو خطاں زیر و زبر ہوکر / مقابل تیرے سو حرف آئے خوبانِ نگاریں پر

ادا و ناز میں موجد ہے تو طرزِ مجدد کا

مری باریک بینی یا کمر کا تیری مضموں ہے / مری رنگیں بیانی یا ترا رخسارِ گلگوں ہے

مری سحر آفرینی یا تری آنکھوں کا افسوں ہے / مری طبعِ رواں ہے یا تری رفتارِ موزوں ہے

مرا مصرع ہے یا سیدھا سا مضموں ہے تری قد کا

مخمس تیری پانچوں انگلیوں کا ایک خاکہ ہے / رباعی چار ابرو کا مقرر سادہ نقشہ ہے

جو رنگیں قطعہ ہے یاقوت لب کا ایک ٹکڑا ہے / تری زلفِ رسا کا شعر اک ادنیٰ سا لٹکا ہے

کرشمہ ہے غزل تیری غزالِ چشمِ اسود کا

ترانے بلبلِ شیراز کے دلکش نہوں کیونکر / کہ تیری بوستانِ حسن بہاری ہے اسے از بر

ملا رنگِ قبول ایسا کہ مثلِ لالۂ احمر ‏ ‏ لکھا سو جان سے دیباچہ گلستاں کا سویدا پر

تصور جس کے دل میں خالِ خال آیا ترے قد کا

جو ایماں ہو سراپا مصحفِ ناطق تجھے سمجھے ‏ ‏ ہوئے ہیں معنیٔ والشمس روشن پرتوِ رخ سے
سوادِ زلف سے حل ہو ہو واللیل کے عقدے ‏ ‏ بعینہ افتتاحِ سورۂ صاد آنکھ کو کہیے

جو ابروے کشیدہ میں ہے نقشہ صاد کی مد کا

مضامینِ شوخ چشمِ فتنہ گر کے فیض سے دیکھے ‏ ‏ ہوئے ہیں ماخذِ رنگیں بیانی لعلِ لب تیرے
سرِ مو سے ترے سربستہ نکلے یک قلم نکتے ‏ ‏ نکالی چیتیاں چوٹی کی گیسوے مسلسل سے

معما نام رکھا ہے ترے موے معقد کا

شبِ معراج کا مضموں ملا آنکھوں کے کاجل سے ‏ ‏ ہوئے حل معنیٔ مازاغ بہ چشمانِ مکحل سے
کیا واقف دہانِ تنگ نے اسرارِ لا حل سے ‏ ‏ نکالی چیتیاں چوٹی کی گیسوے مسلسل سے

معما نام رکھا ہے ترے موے معقد کا

سوادِ خطِ ریحاں ہے یہ سنبل زارِ مو بیشک ‏ ‏ گلِ مضموں نے پائی ہے گلِ عارض سے بو بیشک
ہوئی سحر البیانی تیری تحریرِ گلو بیشک ‏ ‏ یہ سب باتیں ہیں لیکن ہے دہن میں گفتگو بیشک

اگر یں کیا ہم کو حق نے منھ نہیں کہنا خوشامد کا

سخنداں غیب داں بھی ہوں تو یہ رازِ خفی سمجھیں ‏ ‏ ثنا میں حرفِ ہستی کو تو حالِ نیستی سمجھیں
سمجھ حق نے جنھیں دی ہے معما یہ وہی سمجھیں ‏ ‏ محلِ گفتگو میں کیا حبابِ خامشی سمجھیں

اگر صفرِ دہانِ تنگ اشارہ ہے نمدار کا

دہن کے مدعی ہیں بیخودِ صہبائے نادانی ‏ ‏ جب اترے گا یہ نشہ آپ کھینچیں گے پشیمانی
نہیں اتنا سمجھتے میکشانِ بزمِ حیرانی ‏ ‏ دہن ہوتا تو پھر کرتا نہ کیوں پیمانہ گردانی

یہ نقطہ ہو کے مرکز دورِ سیمِ مدحِ احمد کا

وہ احمد جس کے پرتو سے ہے دل آئینۂ معنی ‏ ‏ ثنا ہے جس کی صندوقِ جواہر سینۂ معنی

مرصع دستِ کاتب میں پڑے دستینۂ معنی   ملا ہے لب کو جس کے وصف سے گنجینۂ معنی

زباں نے رتبہ پایا ہے کلیدِ قفلِ ابجد کا

بٹھا کر صف بصف چاروں طرف انبوہِ قدسی کو   چراغاں کی عوض چمکا کے انوارِ تجلی کو
بنا کر آئینہ فردوس کی ہر ایک کیاری کو   بچھا کر فرشِ اطلس کو جما کر عرش و کرسی کو

ازل سے انتظار اللہ کو تھا جسکی آمد کا

خضر تعلیم یابِ رہبری جس کی دبستاں میں   سلامت نوح جس کی جوششِ الفت کے طوفاں میں
گدا ادریس جس کے کوچہ چاکِ گریباں میں   قدم آنے سے جسکے مصر شہرستاں مکاں میں

ہوا ہے یوسفِ کنعاں لقب حسنِ مقید کا

بچھائے آنکھیں جس کے خواب میں آنے کو ہر شیدا   کیا ہے جس نے دامانِ شفاعت پردۂ عصیاں کا
حمایت پر ہے جس کی امتِ مرحومہ کو تکیہ   ہمارا خوابِ غفلت تکیہ گاہِ مغفرت ٹھہرا

بروزِ حشر بن کر خوابِ مخمل جس کی مسند کا

فروغ اس سے شریعت کا ہے زیبائش حقیقت کی   وہ ہے رنگِ رخِ ناسوت شمعِ بزمِ لاہوتی
وہی ہے رونقِ ظاہر وہی ہے زینتِ مخفی   بیاضِ عارضِ صورت سوادِ گیسوئے معنی

جواہر سرمہ چشمِ گردشِ چرخِ زبرجد کا

عجب صورت سے چمکا اخترِ آئینۂ عالم   صفا پاتا ہے اس سے جوہرِ آئینۂ عالم
ہوئی خاکِ قدم خاکسترِ آئینۂ عالم   جلائے کن فکاں روشنگرِ آئینۂ عالم

سعادت ہے شرف ہے نیرِ نورِ مجرد کا

گرا دی قیمتِ جامِ شرابِ پرتگال اس نے   جدا کی ساغرِ افلاس سے دردِ ملال اس نے
نکالا اپنے ستوں کے لیے گدڑی سے لال اس نے   مئے انگوری الفقر فخری کی حلال اس نے

لڑا ہے جامِ جم سے سنگِ مقصود اسکے مقصد کا

سوا اللہ کے دامن کش اوروں کے توسل سے   نہ اس کو کام حشمت سے نہ کچھ مطلب تمول سے

شہنشہ دونوں عالم کا مگر زینت تجمل سے
سریر جاہ پر فخر اُس کو دیہیم توکل سے
حریم ناز میں تکیہ خدا اُس کی مسند کا

چمک میں ہے رخ روشن کہیں خورشید سے افضل
شبیہ مصطفےٰ ہو کیوں نہ ہر مخلوق سے اکمل
یہ نقشہ نقش ثانی اور نقش یوسفی اول
کھنچی ہے رحمت یزداں کی گویا شکل مستقبل
تعالی اللہ رنگ عارض اُس نور مجرد کا

قیامت گرچہ رحمت کے لیے ہے مظہر کامل
خفیفہ سے ثقیلہ تک نہیں آزار بار دل
مگر فی الحال تسکین طلعت زیبا سے ہے حاصل
کھنچی ہے رحمت یزداں کی گویا شکل مستقبل
تعالی اللہ رنگ عارض اُس نور مجرد کا

نہیں گو کام عین عام رحمت کو تغافل سے
نہ دیکھیں کیوں گنہگاروں کو وہ چشم تفضل سے
خصوصیت کے صاد آنکھیں ہیں گر دیکھو تامل سے
سر تاکید منظور خدا ہے لام کاکل سے
ہوا اظہار دو ابرو سے اک نون مشدد کا

وہ صورت دھیان میں رکھتے ہیں ہم ہر چند عاصی ہیں
بھلا کر آپ کو بھولے ہیں طاعت پر جو ناری ہیں
ہمیں ملے جنت کھڑکیاں دانتوں کی ہوتی ہیں
تصور کرنے والے آپ کے بے شبہہ ناجی ہیں
بھروسا ہے ہمیں اللہ کے قول مؤکد کا

بہت اونچے گئے موسیٰ تو کوہ طور تک پہنچے
نشانے دونوں تھے اُس کے نشانے سے کہیں نیچے
بڑا اپہ کیا عیسےٰ نے کھینچے چرخ پر چلے
ہدف ہو ہو گیا زور کماندار نبوت سے
مقام قاب قوسین اک ادنیٰ تیر مقصد کا

ہدف ایسا مقابل شست ناوک کے اگر پائے
تعجب کیا کہ احمد بڑھتے بڑھتے تا احد آئے
کماں رکھ دے کماندار آپ کھنچ کر تا ہدف جائے
کشش جب قادر انداز ازل کی زور دکھلائے
کمان حا سے چلہ کیوں نہ اترے میم احمد کا

مدینے کی طرف جائیں کہ ہم کعبے کا لیں رستا
نظر آتا ہے ان دونوں گھروں میں ایک ہی جلوا

کہاں اب جبہہ سائی کیجیے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجیے یا احمدؐ بے سیم کو سجدا

عجب مشکل ہے مضموں میرے مفہوم مردد کا

احد احمد میں ایک ان دونوں کا مضموں مطابق ہے
ہر اک ان میں سے ہے معشوق ہر اک ان میں عاشق ہے
نہیں مطلق دوئی کو دخل یہ دعوے صادق ہے
دوئی بھی عین وحدت ہے محمدؐ نص ناطق ہے

مفسر ہے یہہ جملہ آیۂ میم مشدد کا

نبی ذی رتبہ سب ہیں آپ لیکن سب سے ہیں برتر
یہہ برہاں اپنے دعوے پر ہے کافی اے خرد پرور
صفی اللہ سے روح اللہ تک جتنے ہیں پیغمبر
ملا نون نبوت سب کو میم عمر کھونے پر

یہاں گھٹ جانے میں اس کے احد ہوتا ہے احمد کا

گھٹے اعداد میم احمدی جب عمر حضرت سے
نبی تو آپ تھے ہی بڑھ گیا پایہ نبوت سے
ہوے ہم نام باری بخت چمکا نور وحدت سے
ہوا رتبہ میں افزوں قاف قلت کاف کثرت سے

معمّا پا گئی چشم تامل صاد سے صد کا

جو پہنچا موج زن ہو کر تجلی گاہ یزداں میں
بھرے سب قدسیوں نے گوہر مقصود داماں میں
سراپا دونوں عالم غرق ہیں اس بحر عرفاں میں
چڑھا قاف قدم تک اور اترا کان امکاں میں

ہے شور اس قلزم معجز نما کے جزر کا مد کا

دم جنگ آپ نے تلوار کا جب کاٹ دکھلایا
سیہ کاروں نے خوب اپنی سیہ کاری کا پھل پایا
سروں پر ابر شمشیر ہلالی اس قدر چھایا
ہوئی شام آفتاب بت پرستی پر زوال آیا

مہ نو خوب چمکا بدر میں تیغ محمدؐ کا

ہوا اس کی عداوت کی سمائی جب کسی سر میں
مآل کار بربادی ہی تھی اس کے مقدر میں
پھرا جو اس سے آیا گردش قسمت سے چکر میں
اتارا کاسہ سر باڑہ کے ڈورے نے دم بھر میں

ہوا چاک اس سے گر برگشتہ ہو کر قلب مرتد کا

عدو پر بھی عجب انداز سے کرتا تھا وہ شفقت
عداوت بھول جاتا تھا نظر آتی تھی جب صورت

یہاں تک پھیلی اُس کے گلشنِ اخلاق کی نکہت
عداوت ہوگئی تاثیرِ خُلقِ عام سے اُلفت
سبب ہے شعلۂ سیل آبِ شمشیرِ مہنّد کا

شرارِ برقِ خاطف سے ہوں دُونے دانۂ خرمن
پڑے پانی تو حقِ آتشِ سوزاں میں ہو روغن
کرے بادِ سحر شمعِ سحر کو پھونک کر روشن
عجب کیا ہے کہ خوابِ ناز میں سوتی رہے ناگن
نہ کھولے آنکھ اگر چھینٹا نہ دیں آبِ مرد کا

عداوت یک قلم زائل محبت نقشِ ہر دل ہے
جو قاتل تھا وہ عیسیٰ ہے جو ظالم تھا وہ عادل ہے
کہاں اب دیدۂ احول دوئی ہر شئے سے زائل ہے
نہیں حیرت کے قابل گر کہوں ہیرا وہ داخل ہے
بیاں ہے بہ لب تشدید سے حرفِ مشدّد کا

نبی سے مرتبہ بڑھ کر ہے کیا کہیے نبی اُس کو
فضیلت فرد فرد انبیا پر حق نے دی اُس کو
خدا کا فضل روز افزوں ہے جس پر کیا کمی اُس کو
وصالِ حق سے حاصل ہے بقائے دائمی اُس کو
یہاں ہے واصل و باقی نتیجہ ایک ہی مد کا

بندھا ساماں جس دم روح و قالب کی جدائی کا
جگر شق ہو گئے ہنگامۂ محشر ہوا برپا
زمیں تھا آسمانِ عزّ و تمکیں پیکرِ والا
پڑا لرزہ زمیں میں جسمِ اطہر جب آ کے سونپا
سکوں کے واسطے نافع ہوا تعویذ مرقد کا

اندھیرا چھا گیا ہر سُو غروبِ مہرِ انور سے
اڑھائی آسماں کو نیلگوں چادر اسی غم نے
عزیزِ مصرِ مکّہ تھے مہِ کنعانِ بطحیٰ تھے
عجب کیا ہے اگر کعبہ لباسِ ماتمی پہنے
کرے ہمچشمی یعقوبِ دیدہ نکتہ سود کا

غمِ جاں سوزِ حضرت سے فرشتوں کے ہیں دل پانی
قلم کی سینہ چاکی کچھ نہیں ہے جائے حیرانی
زہے فیضِ ثوابِ ماتمِ محبوبِ یزدانی
صریرِ خامہ ہے اس غم میں گر ہو مرثیہ خوانی
قلم کو ہے گماں بازو ملے اللہ کے ید کا

کھنچا سطحِ زمیں پر جب سے خطِ روضۂ انور
شعاعِ مہر کو پرکار کے مانند ہے چکر

ثواب طوفِ حج پاتے ہیں قدسی گرد پھر پھر کر — شب و روز آسماں ہوتے ہیں قرباں اُسکے روضے پر

کہ ہے نو دائروں میں ایک مرکز کافِ گنبد کا

مطلع

نہیں برجِ قمر بقعہ ہے انوارِ مؤید کا — برابر رات دن فیضان ہے نورِ مجرّد کا
عجب عالم کلس کا ہے عجب جلوہ ہے گنبد کا — بیاں ہو کس سے شانِ روضۂ پُر نورِ احمد کا

کہ جس پر اک غلافِ سبز ہے چرخِ زبرجد کا

کروں وصفِ بنا یا وصفِ رفعت اُسکے مشہد کا — فلک کہنا سبب ہوتا ہے کسرِ شانِ گنبد کا
نہیں کرسی نشیں قبہ جو سمجھوں عرشِ امجد کا — لکھوں اک مختصر جملہ کہ روضہ ہے محمدؐ کا

یہی مُسند الیہ اچھا سبب ہے رفعِ مسند کا

سپہر و مہر کا دعویٰ صداقت کو کہاں پہنچا — تعلّی ہی تعلّی تھی جو وقتِ امتحاں پہنچا
نہ تا قندیلِ در نورِ چراغِ آسماں پہنچا — نہ گردوں کا غبارہ تا غبارِ آستاں پہنچا

اثر پیدا ہوا آخر زحل کے طالعِ بد کا

تنزّل ہے محال اُس کا ترقی جس کی فطرت ہے — یہہ دعویٰ ہے بدیہی فلسفی کیوں گرمِ حجت ہے
توجہ جانبِ مرکز اگر شانِ طبیعت ہے — کرہ آتش کا کوسوں رہ گیا پیچھے یہ حیرت ہے

کہ سر سوئے فلک کیوں شعلہ ہے قندیلِ گنبد کا

کبھو نکلے نہ نسرِ طائر اپنے آشیانے سے — تھکے بازوے مرغِ سدرہ اُس رفعت پر آنے سے
فلک کا اخترِ تقدیر چمکا سر جھکانے سے — مُناجاتی کا آنسو ڈھل کے اُس کے آستانے سے

ہوا ہے دُرّۃ التاجِ سعادت فرقِ فرقد کا

یہاں کی گرد ہے کحل الجواہر اسکو رہنے دے — نہ پائیں گے اسے قدسی تو ذرّہ ذرّہ خاک چھانیں گے
صفائی ہو چکی کیا حاصل اتنی خاک اُڑانے سے — فلک اب کوکبِ ذو مدار کی جھاڑو اُٹھا رکھے

ملائک ڈھونڈتے پھرتے ہیں سُرمہ خاکِ مرقد کا

زمیں روضۂ انور فلک سے ہے کہیں افضل
غبارِ در سے ہے آئینۂ خورشید پر صیقل
ہوا ہر روزنِ دیوار چشمِ جوہرِ اول
جبینِ عرشِ ایزد پر ہے خاکِ آستاں صندل

ہر اک ذرہ ستارہ ہے کلاہِ فرقِ فرقد کا

بلندی میں ہماں وہ روضۂ رفعت نشاں پہنچا
جبینِ عرش سے آگے وہ سنگِ آستاں پہنچا
جہاں اُڑ کر نہ شہبازِ خیالِ قدسیاں پہنچا
زمیں تا آسماں پہنچی مکاں تا لامکاں پہنچا

کہاں تک اوج لکھے اُسکی خاکِ پاکِ مرقد کا

بلاگردان ملک ہیں عالمِ ارواح کو غش ہے
فلک پر شمس ہے یا شمسۂ ایوانِ دلکش ہے
زمیں پر چاندنی یا سایۂ قصرِ پریوش ہے
عیاں ہے کہکشاں یا نقشِ محرابِ منقش ہے

فلک ہے یا کلس گھٹا ہے چھوٹا سا زمرد کا

ترے روضے کو مسجودِ زمین و آسماں کہیے
پناہِ پست و بالا مامنِ کون و مکاں کہیے
عبادت خانۂ عالم مطافِ دو جہاں کہیے
ملاذِ جن و انساں مرجعِ قدوسیاں کہیے

کہیں ہے قبلۂ حاجت کہیں ہے کعبہ مقصد کا

طبق انوار کے دربارِ ایزد میں جو بٹتے ہیں
پیام بے تکلف کس تکلف سے سناتے ہیں
پئے کسبِ سعادت سر پہ اپنے رکھ کے لاتے ہیں
سلامِ حق کو لے کر دمبدم جبریل آتے ہیں

عجب مضموں لکھا اس بیت میں آورد آمد کا

صفات اُس سروِ بالا کی بہت بڑھ کر بیاں کیجیے
قلم کو فاختے کے مثل سرگرمِ فغاں کیجیے
بلند ایسے بندھیں مضموں زمیں کو آسماں کیجیے
ہے جی میں اس زمیں کو تختۂ سروِ رواں کیجیے

قیامت ایک سیدھا سا ملا ہے قافیہ قد کا

مطلع

قیامت میں ہے کیا دھڑکا سوادِ دفترِ بد کا
دماغ اب عرش پر کیونکر نہ پہنچے خاکِ مشہد کا
نظر میں نور ہے تیری بیاضِ صفحۂ خد کا
تصور میں ترے جنت ہے گوشہ اپنے مرقد کا

کہ تھا لا میری چشمِ تر کا ہے طوبیٰ ترے قد کا

مطلع

کہیں شمس و قمر سے بڑھ کے ہے جلوہ ترے قد کا ترے پرتو سے چمکا اخترِ تقدیرِ فرقد کا
دو عالم میں ہے پھیلا نور تیری ذاتِ ارشد کا محمد مصطفیٰ پتلا ہے تو نورِ مجرد کا
ہوا خورشید اقلیمِ عدم سایہ ترے قد کا

مبارک نافۂ مشکِ ختن ہو نافِ آہو کو گلستاں سے کہو رکھ چھوڑے اپنے سروِ دلجو کو
نہ یہ موزوں نہ پہنچے اُس کی رنگت عنبرِ مو کو سوادِ تبتِ تشبیہ کہیے تیرے گیسو کو
بہارِ گلشنِ تنزیہ ہے بوٹا ترے قد کا

دو چار آنکھیں ہیں تجھ سے دو عالم سے کنارہ ہو دوبینی سے دو روزہ زیست میں دوہرا تماشا ہو
ثمرہ دونا ہو سروِ خلد کے پہلو میں طوبیٰ ہو میسر ایک جلوے میں مجھے لطفِ دوبالا ہو
اگر دوں میں دیدۂ احول سے نظارہ ترے قد کا

لکھوں کیا مدحتِ خطِ لبِ جاں بخش حضرت میں کہ ہے وہ حسنِ مطلع صفحۂ مہرِ قیامت میں
بلند اک بیتِ ابرو خردِ کلیاتِ فطرت میں بیاضی مطلعِ عارض ترا دیوانِ قدرت میں
نکیلا مطلعِ ایجاد میں مصرع تری قد کا

رسالت سے تری منظور تھا سبکو ہدایت ہو مگر مشکل یہ تھی ذات ایک تیری اور عالم دو
زہے حکمت کہ آئے راہ پر گم گشتہ تھے جو جو بنایا رہنما جب عالمِ ایجاد کا تجھکو
ہوا خضرِ سرِ راہِ عدم سایہ ترے قد کا

دوئی سے کیوں تنفر ہو نہ حضرت کی طبیعت کو بنایا نورِ یکتائی سے سر تا پا ہے حضرت کو
پسند آئی نہ تکرار اپنے جلوہ کی بھی قامت کو نہ رکھا سایہ تک باقی مٹایا نامِ کثرت کو
جو روشن بزمِ وحدت میں ہوا اکا ترے قد کا

بیانِ شانِ بسم اللہ ہے ابرو کی آیت میں خلاصہ سورۂ والشمس کا ہے تیری صورت میں

تری باتیں شریعت میں ترا جلوہ طریقت میں ۔ کلامِ ناطق آیاتِ قرآنِ حقیقت میں
سراپا معنیٔ تحقیق ہے جملہ ترے قد کا

نہیں ہے تجھ سے باہر ایک بھی قدرت کی نیرنگی ۔ تجلی دو جہاں کی تو نے اپنی ذات میں دیکھی
ازل سے ہی تری تقدیر اے محبوبِ حق چمکی ۔ خدائے زیب و زینت کی جو بزمِ آفرینش کی
لگایا اُس میں قدِ آدم آئینہ ترے قد کا

بہت پُر زور تھا ہر چند خامہ دستِ قدرت کا ۔ نہ تھا آسان لیکن کھینچنا محبوب کا نقشا
پسِ صد محو و اثبات ایک مدت میں کھنچا خاکا ۔ مٹا ڈالیں بنا کر صورتیں آدم سے تا عیسیٰ
تب آیا راست نقشہ کلکِ قدرت سے ترے قد کا

اُڑا لینا بہت دشوار ہے مضمونِ محسن ۔ ٹھہر سکتے نہیں آگے مرے اربابِ فنِ محسن
بھلا دیتا ہوں میں دم بھر میں سارا بانکپن محسن ۔ مقابل مجھ سے کیا ہو مردِ میدانِ سخن محسن
کہ جوہر ہے مری تیغِ زباں میں وصفِ احمد کا

امیر اس کا مقولہ ہے کہ جو اس راہ میں آئے ۔ جھکائے وہ سرِ تسلیم میرے پاؤں پر پہلے
عجائب ٹھاٹھ سے تعلیم پائی اشک سے میں نے ۔ فضائے تنگِ میدانِ قلم میں نقطۂ و خط سے
بڑے اُستاد نے مجکو سکھایا ہے پھری گدکا

نہ مدحِ غیر سے مطلب نہ ذم سے اِس قلمرو میں ۔ قلم جاری ہے احمدؐ کے کرم سے اِس قلمرو میں
حسد کر کے کہاں جائیگا ہم سے اِس قلمرو میں ۔ سزا حاسد کو ہے وارِ قلم سے اِس قلمرو میں
کہ یہہ دار الحکومت ہے مظفر کا مؤید کا

زبانِ تیز کے جوہر زباں داں ہو تو پہچانے ۔ ولایت میں صفیں کیں صاف اس تیغِ مصفا نے
گرے کٹ کٹ کے دستِ فکر سے ترکوں کے دشانے ۔ کیا شیراز کو پامال اردوئے معلّے نے
اگیا مان اصفہان لوہا مری تیغِ مہند کا

قصیدہ لکھ رہا ہوں نعت میں اعجاز ہے روشن ۔ سوادِ ہر رقم ہے دودِ شمعِ طور کا مخزن

قلمداں جیب کو ہے طورِ بستہ طور کا دامن
عصائے موسوی خامہ ورق ہے وادیِ ایمن
یدِ بیضا کو داغِ رشک ہے مٹنا ہے مرے ید کا

وہیں آسماں سے ہے کہیں میرا بلند اختر
ہر اک صفحہ مرے دیواں میں ہے رشکِ مہِ انور
چمک ہر معنیِ روشن کی طرہ ہے تجلی پر
پڑا ہے طور کی چوٹی میں ہو بافِ زری بنکر
لکھا جو شعر وصفِ روئے تابانِ محمد کا

ہوئے ہیں منتظم یہ چار ارکانِ سخن مجھسے
منور ہے چراغِ طاقِ ایوانِ سخن مجھسے
جہاں میں ہے فروغِ نورِ ایمانِ سخن مجھسے
زمینِ شعر پر نازل ہے قرآنِ سخن مجھسے
کتابِ آسماں اک نسخہ ہے لوحِ زبرجد کا

فلک کب ہمعنانِ توسنِ طبعِ رواں پہنچا
فرشتوں کے جہاں پر جلتے ہیں اکثر وہاں پہنچا
بھرے ایسے ترارے تا فضائے لامکاں پہنچا
سخن میرے قلم کی نے سواری سے کہاں پہنچا
کہ کالے کوسوں سبزہ رہ گیا چرخِ زبرجد کا

تعلی حد سے بڑھ کر ہو چکی لازم کنارا ہے
لکھوں پھر شعرِ حمدِ حق میں فطرت کا اشارا ہے
طبیعت باڑھ پر آئی ہے دل نے جوش مارا ہے
مری طبعِ رواں کا پھر اسی گھاٹ اب اتارا ہے
تماشا دیکھیے بحرِ سخن کے جزر کا مد کا

مطلع

وجوب امکاں دونوں میں ہے جلوہ نورِ بیحد کا
وہ اک غنچہ یہ اک گل ہے ترے گلزارِ مقصد کا
کہیں مصداقِ مطلق کا کہیں مظہر مقید کا
احد کا غیب میں مورد شہادت میں تو احمد کا
ہے مشہود ایک ہی بیشک دو چشمی ہائے اشہد کا

ہوا جب قصد میرا نعت میں مع زور قصیدہ ہو
لکھے مطلع برابر کے جو پائے قافیے دو دو
نہیں آتا ہے کچھ پر حرف اگر انصاف سے دیکھو
بمجبوری لکھا آئینہ کی صورت لفظ اللہ کو
نہ آیا ہاتھ اچھا قافیہ جب کوئی احمد کا

ہوا تیرا ظہور آخر میں عالم کو نہ حیرت ہو
پس کل انبیا کیوں جسمِ اقدس کی نہ خلقت ہو
یہہ مضمون صاف روشن ہے اگر چشمِ بصیرت ہو
یہہ تھا منظور رفتہ رفتہ تکمیلِ نبوت ہو
خدا نے منتظر رکھا جو تیری آمد آمد کا

بڑا نکتہ ہے اس تاخیر میں گر غور سے دیکھے
نہ اتنے واسطے پیدا کیا حق نے تجھے پہلے
کہ اس منصب سے پھر اور انبیا محروم رہ جاتے
کہ دستِ صنع گر فارغ ہو مقصودِ اصلی سے
مقید پھر نہ ہوگا مطلق ایجادِ مقید کا

خلیل اللہ نے کی واہ کیا ہی کارپردازی
ہوے انگارے غنچے پھول شعلونکو سرافرازی
لگائی تجھ سے تو اے گرمیِ بازارِ طنازی
ترے رشتے سے مثلِ شمع کی آتش سے گلبازی
ہوا ہے تجھ سے روشن نام تیرے جدِ امجد کا

غلط ہو دفتر آئیں کاتبِ اعمال چکر میں
بدی کی جو رقم ہو جا پڑے منہائی کے گھر میں
مدد نیکی ہی کی رہ جائیں باقی سارے دفتر میں
محاسب ہو شفاعت تیری جب دیوانِ محشر میں
صحیح آئے نہ میزاں میں سیاہہ دفترِ بد کا

سوا اللہ کے لاعلم ہیں سب تیری فطرت سے
مقدم ایک بھی خلقت نہیں ہے تیری خلقت سے
ملک جن و بشر کوئی نہیں واقف حقیقت سے
کھچی پہلے تری تصویر اول دستِ قدرت سے
ہوا لفظِ خدا سے اشتقاق اول ترے خد کا

مناسب ہے تری مژگاں کی چلمن بیتِ یزداں کو
ترے عارض کا شمسہ چاہیے ایوانِ ایماں کو
قرین ہے ترے خط کا کتابہ عرشِ سبحاں کو
ترے ابرو کی ہے محراب لازم طاقِ عرفاں کو
درِ اسلام کو درکار ہے بازو ترے ید کا

دکھائے خسروِ انجم نہ مجکو آسمانجاہی
ہوئی تیرے مراتب سے کماہی کس کو آگاہی
مری نظروں میں ہے اک گروہ چترِ شہنشاہی
تجمل کا ترے ماہی مراتب سمہ سے تا ماہی
ثریٰ سے ثور تک اک گاؤ تکیہ تیری مسند کا

نگذری کیوں ترے اعدا کی ذلت اور خواری میں | محب کیونکر نہ پائیں حظ تری خدمتگذاری میں
غم و شادی ہیں دونوں محو تیری پاسداری میں | الم مصروف تیرے دشمنوں کی غمگساری میں
خوشی کو کام ہے تیرے محبوں کی خوشامد کا

طبیعت کی سخندانوں کو منظور آزمائش ہے | وگرنہ اُن کی مداحی سے کب تیری نمائش ہے
بہت دشوار بابِ نعت و مدحت کی کشائش ہے | ستائش کے لئے تو واسطے تیرے ستائش ہے
کہ ہے مذکور قرآں میں ترے اوصافِ بیحد کا

خداوندِ دو عالم آپ تیری مدح کرتا ہے | صحف جتنے ہوئے نازل ہر اک میں ذکر تیرا ہے
جو ہو تیری ثنا بندہ ہم میں سے وہ سچا ہے | سوا تیرے کسی کی مدح کرنا جن کا شیوا ہے
یہ سچ ہے وہ لیے پھرتے ہیں جھوٹا قفل ابجد کا

تری خدمت میں اے حاجت روا اب عرض ہے اتنی | روا ہوں حاجتیں تیرے ہی در سے دین و دنیا کی
ثنا سے دوسرے کی ہو نہ آلودہ زباں میری | یہ خواہش ہے کروں میں عمر بھر تیری ہی مداحی
نہ اُٹھے بوجھ مجھ سے اہل دنیا کی خوشامد کا

بڑھے ہے سوزِ درونی داغِ عشقِ فتنہ ساماں سے | تماشا ہو کہ چمکے بخت نورِ مہرِ عرفاں سے
شرر نکلیں اُٹھیں شعلے ہوا ہے برقِ لمعاں سے | چمک ہو وہ دل میں خیالِ روے تاباں سے
ستارہ اوج پر ہو جسم کے برجِ مشید کا

پھنسا لے دامِ گیسوے مسلسل میں مجھے ایسا | یہاں جب تک ہے آب و دانہ مجھ پر پھڑکے دم میرا
رہوں میں پا شکستہ بر پا جب قفس چھوڑوں عناصر کا | کمندِ دل سے چھوٹے نہ تیری ڈور کا پھندا
جو ٹوٹے دم کا دھاگا طائرِ روحِ مقید کا

پلا دے مجکو ایسا مست اپنی چشمِ شہلا سے | کہ ہو مے سے تنفر روح بھاگے جام و مینا سے
دلِ وحشی کرے بہ رم دونوں عالم کی تمنا سے | ہرن ہو نشہ میرا انشاے دین و دنیا سے
رہوں خائف تصور کر کے میں دو وال ہے دو کا

کرے خاصیتِ اکسیر پیدا میری خاکستر — مذہب ہو مطلّا ہو مرے اعمال کا دفتر
محک میں امتحاں کی پیشگاہِ حضرتِ داور — برنگِ زر چڑھے سونا میزانِ محشر پر
اُٹھوں میں قبر سے مخمور تیری چشمِ اسود کا

کرے بیتابیاں تیرے لیے ہر موج کوثر میں — جگہ مجکو ملے رشتہ کی صورت قصرِ گوہر میں
رقم ہو نام میرا دفترِ خاصانِ داور میں — فرشتے دیکھکر مجکو کہیں دیوانِ محشر میں
جگہ خالی کرو مدّاح آتا ہے محمدؐ کا

لکھا ہے اس قصیدہ کو جو میں نے وصفِ حضرت میں — عوض ہر بیت کے پاؤں سکونت قصرِ جنت میں
کیے ہیں بس کہ اکثر شعر جمع اوصافِ قامت میں — تُلے اس نظم کا ہر حرف میزانِ قیامت میں
بطرزِ تازہ ہو وزن اپنے اشعارِ مجدّد کا

قصیدہ ختم ہوتا ہے صلہ اس کا عنایت ہو — اُٹھاتا ہوں دعا کو ہاتھ دا باب اجابت ہو
بغل میں یہ قصیدہ سر پہ اکلیلِ سعادت ہو — ترے دربار میں ہر وقت رہنے کی اجازت ہو
مجھے سرکار سے خلعت ملے عیشِ مخلد کا

نہ تجکو تیرے خالق سے کسی صورت جدا سمجھوں — ظہورِ شانِ مطلق کا میں تجکو واسطہ سمجھوں
حق آئینہ ہو دل پر صاف اصلی مدعا سمجھوں — ترے عارض کو میں آئینۂ نورِ خدا سمجھوں
کہ فہمِ سرِّ وحدت ہے الف یہاں کی ابجد کا

قمر سمجھوں رخِ تاباں کو یا مہرِ سما سمجھوں — کلف اس میں علین اسمیں ہے میں سمجھوں تو کیا سمجھوں
یہ تشبیہیں ہیں سارے عکس اک مظہرِ حق نما سمجھوں — ترے عارض کو میں آئینۂ نورِ خدا سمجھوں
کہ فہمِ سرِّ وحدت ہے الف یہاں کی ابجد کا

دمِ تحریر تیرے ذوق سے بڑھ جائے تردستی — قلم کے نکلیں آنسو ہو یہ جوشِ خندۂ شادی
شمولِ اشکِ شیریں سے دوات آئی تو ہو بھیگی — الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی
پڑھا معلوم ہو لفظِ احد میں میم احمد کا

کبھی تو کام آئے روشنائی میرے نامے کی
کوئی تو رنگ لائے روشنائی میرے نامے کی
نئی صنعت دکھائے روشنائی میرے نامے کی
الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی

بڑھا معلوم ہو لفظِ احد میں میم احمد کا

سلام در معراج

اے مدنی برقع و کی نقاب
آج مناسب نہیں اتنا حجاب
وصل کی ہے رات توقف ہے کیوں
لطف کی ہے بات توقف ہے کیوں

اے مرے محبوب سلام علیک
اے مرے مطلوب سلام علیک

خلد بریں خوب ہے آراستہ
فرش سے تا عرش ہے پیراستہ
آؤ چلے آؤ بڑھائے قدم
دیر سے مشتاق ہیں آمد کے ہم

اے مرے محبوب سلام علیک
اے مرے مطلوب سلام علیک

آؤ چلے آؤ کہ خورشید و ماہ
دیکھتے ہیں شوقِ زیارت میں راہ
آؤ چلے آؤ کہ سارے ملک
گرد پھریں شوق سے مثلِ فلک

اے مرے محبوب سلام علیک
اے مرے مطلوب سلام علیک

اتنے قریب آکے ملو ہم سے تم
نامِ دوئی بیچ سے ہو جائے گم
اتنے قریب آؤ کہ احمد کا میم
میم دہن بن کے ہو دُرِّ یتیم

اے مرے محبوب سلام علیک
اے مرے مطلوب سلام علیک

آؤ چلے آؤ سوئے لامکاں
شانِ ہُویّت کا ہے جلوہ یہاں

آؤ چلے آؤ کہ غلمان و حور — ہیں مے اخلاص عقیدت سے چور

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

آؤ چلے آؤ کہ عرشِ الٰہ — سر پہ بٹھائے تمھیں شاہوں کے شاہ
آؤ چلے آؤ کہ سب انبیا — کب سے ہیں مشتاقِ جمال و لقا

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

آؤ چلے آؤ کہ قدسی تمام — باندھے ہوئے صف ہیں کیے سلام
آؤ چلے آؤ کہ رضوانِ خلد — تم پہ تصدق کرے سامانِ خلد

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

آؤ چلے آؤ کہ ابرِ کرم — موتی نچھاور کرے اک اک قدم
آؤ چلے آؤ کہ خوش ہو کے آج — ہم تمہیں پہنائیں شفاعت کا تاج

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

کھول کے جبریل امیں اپنے پر — تم پہ محبت سے ہلائیں چنور
آؤ چلے آؤ کہ حورِ جناں — آنکھیں بچھاتی ہیں سرِ آسماں

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

یہ تو بیاں ہے شبِ معراج کا — ذکرِ رسولوں کے ہے سرتاج کا
کیا کہے بیچارہ امیرِ فقیر — جب کہے خود ربِّ جلیل و قدیر

اے مرے محبوب سلامٌ علیک
اے مرے مطلوب سلامٌ علیک

غزلہا در منقبت حضرت غوث الثقلین قدس سرہ العزیز

اے فلک سیر مددگار ہیں غوث الثقلین
غم مجھے کیا ہے کہ غمخوار ہیں غوث الثقلین

نزع کے وقت بھی آئے تو مرض اٹھ بیٹھا
کیا مسیحا ہے بیمار ہیں غوث الثقلین

خلق بھی عام ہے اخلاق محمدؐ کی طرح
ساری امت کے طرفدار ہیں غوث الثقلین

عشق نے احمدِ مختار کے رتبہ وہ دیا
خلق مجبور ہے مختار ہیں غوث الثقلین

میکشِ مے کدۂ عشق تو لاکھوں ہیں مگر
بادۂ عشق سے سرشار ہیں غوث الثقلین

جتنے اخیار ہیں سب آپ کے ہیں زیرِ علم
فوج ابرار کے سردار ہیں غوث الثقلین

کوئی چیز آپ کو مقبول نہیں غیرِ خلوص
جنسِ الفت کے خریدار ہیں غوث الثقلین

آپ کی ذات کریم آپکا احسانِ عظیم
ہم خطاکار گنہگار ہیں غوث الثقلین

ساری محفل تو ہوئی جامِ عطا سے سیراب
ایک ہم تشنۂ دیدار ہیں غوث الثقلین

لاکھوں قیدی ہوئے حضرت کی عنایت سے رہا
ہم بدستور گرفتار ہیں غوث الثقلین

جو میں پاتا ہوں سمجھتا ہوں یہیں سے پایا
درحقیقت مرے سرکار ہیں غوث الثقلین

چرخ دشمن ہو تو ہو مجکو نہیں کچھ پروا
میرے حامی و مددگار ہیں غوث الثقلین

صفتِ نقشِ قدم اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
ہم تو رحم کے سزاوار ہیں غوث الثقلین

عرضِ حاجت کی بھی حاجت نہیں اس در پہ امیر
حال سے تیرے خبردار ہیں غوث الثقلین

کیا غم مری مدد پہ اگر غوثِ پاک ہیں
اللہ بھی ادھر ہے جدھر غوثِ پاک ہیں

حامی مرے شفیق مرے دادرس مرے
ہیں اس طرف رسول ادھر غوثِ پاک ہیں

مجکو نہیں سپید و سیاہِ جہاں سے کام
میری نظر میں شام و سحر غوثِ پاک ہیں

اس نام سے کلیجے میں ٹھنڈک نہ کیوں پڑے
مرہم برائے زخمِ جگر غوثِ پاک ہیں

کھٹکا نہیں ہے کچھ مجھے آفاتِ دہر کا
آئے کوئی بلا تو سپر غوثِ پاک ہیں

کر دیں گے ڈوبتی ہوئی کشتی کو میری پار — باندھے ہوے مدد پہ کمر غوثِ پاک ہیں
شمس و قمر سماتے نہیں ہیں نگاہ میں — آنکھوں کو جب سے مدِ نظر غوثِ پاک ہیں
دریاے بے کنارِ ولایت میں آسماں — مثلِ صدف ہے اُس میں گہر غوثِ پاک ہیں
شرعِ محمدی کی ہے رونق حضور سے — سرسبز نخلِ دیں کے ثمر غوثِ پاک ہیں
ہے کون جو مطیع نہیں ہے حضور کا — فرماں رواے جن و بشر غوثِ پاک ہیں

پروا نہیں جو کوئی نہیں قدر دانِ امیرؔ
صد شکر قدر دانِ سخن غوثِ پاک ہیں

تضمین بر کلام ہندی

فنا سب کو بقا تجکو ہے سب فانی ہیں تو باقی — نہ گل باقی نہ مل باقی نہ کوئی رنگ و بو باقی
سکت باقی ہے اعضا میں نہ دل میں ہے لہو باقی — مگر صد شکر تیری یاد ہے اے خوبرو باقی

تن سوکھ کنگری بھیو رگیں سوکھ بھئیں تار
روئیں روئیں سُر اُٹھے باجے ناؤں تہار

شفیع المذنبیں کا اپنی اُمت پر بڑا حق ہے — اگر ہے حقنی صفت اگلی کرے حقنی ثنا حق ہے
فدا کر دے جو اُس پر جان اس سے بھی سوا حق ہے — جو کچھ اُس نے کیا حق ہے جو کچھ اُس نے کہا حق ہے

ساجی وا کی بات ہے اور سانچا ہے وا پیو
وا کے سُنت ربول پر واروں اپنا جیو

کوئی حا بھی کہاں تک نے جنوں تیرا کہا مانوں — مجھے جانے وہ میرا کام جانے او میں جانوں
وہی اب کر گزرنے وے جو اپنے دل میں ہے ٹھانوں — کہاں تک ہند میں ایک ایک کی خاک اب چھانوں

دیس بدیس کے جار ہوں اور ڈھونڈ پھری ہوں کس
بن میں کر آسن اور جوگی کا لون بھیس

جو پوچھا دل نے آنکھوں سے کہ کیوں ہے راتدن زاری — تو آنکھوں نے کہا دل سے بتا تو کیوں ہے آزاری

رہا کچھ دیر دونوں کو سکوت آخر بنا چاری — کبھی آنکھوں نے دل سے دل نے آنکھوں سے بپت ساری

نگر مدینہ دور ہے چین کہاں سے ہوے
درشن بن بیاکل ہوں چھن چھن آوے روے

حیا اُس کی اُسے عاشق کے ملنے سے بچاتی ہے — وہ شرمیلا ہے چشموں سے اُسکو شرم آتی ہے
نگاہیں دیکھ لیتی ہیں تو آنچ اُس کی بچاتی ہے — مری حسرت مجھے یہ وصل کا رستہ بتاتی ہے

نینن کی کر کوٹھری پتلی دیون بچھاے
پلکوں کی چک ڈاروں سائیں متھن آے

یہاں ہے ناتوانی اور وہاں پاس نزاکت ہے — نہیں تو پیر کوئی دیکھنے کی کیا صعوبت ہے
رواں ہر دم مری آنکھوں سے اک دریاے حسرت ہے — ترس کھا تو ہی ان پر کچھ اگر تجھ میں مروت ہے

کاگا مین نکاس دوں پیا پاس لے جاے
پہلے درس دکھائیو پاچھے لیجو کھاے

ذرا سر دُھننے دے مجکو کفِ افسوس ملنے دے — گلے پر چلتی ہیں دو رہ کے چھُریاں انکو چلنے دے
تڑپنے لوٹنے جلنے کی حسرت تو نکلنے دے — مزے لے لے کے جلتا ہوں مجھے تو یوں ہی جلنے دے

ارے پپیہا باورے آدھی رین مت کوک
دھیرے دھیرے سلگتی تو کیوں دینی پھوک

نہیں غم گر فنا کر دے کوئی سرتا بہ پا مجکو — کہ ہجرِ یار میں ہے خود مری ہستی بلا مجکو
مگر آنکھیں ہیں پیاری جان و دل سے بھی سوا مجکو — انہیں سے اک نظر دیدار کا ہے آسرا مجکو

کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا ملن کی آس

خبر بھی دے نہیں سکتا میں اس کو اپنی حالت کی — عجب تاثیر ہے اس آتشِ عشق و محبت کی
طلسمِ تازہ ہے کچھ میرے دل سے آگ الفت کی — نرالی سارے عالم سے ہے ظالم آگ فرقت کی

لکڑی جل کوئلا بھئی اور کوئلا جل بھیو راکھ
مین برہن ایسی جلی نہ کوئلا بھئی نہ راکھ

اگر درکار ہے خلوت کہ دل غیروں سے یکسو ہو
مرا سر تیرا زانو ہو ترا سر میرا زانو ہو
برابر دونوں بیٹھے ہوں بہم پہلو بہ پہلو ہو
ترے آغوش میں میں ہوں مرے آغوش میں تو ہو

آؤ پیارے موہنا نینن بیچ توہے لیوں
نا میں دیکھوں اور کا نا توہے دیکھن دیوں

خبر کیا تھی مجھے اس کی کہ الفت ایسی ہوتی ہے
یہہ کیا معلوم تھا ظالم محبت ایسی ہوتی ہے
قرار آتا نہیں اس میں مصیبت ایسی ہوتی ہے
بتا تا تو ہی اے ہمدم کہ چاہت ایسی ہوتی ہے

جو میں ایسا جانتی کہ پیت کیے دکھ ہوے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت کرے نہ کوے

خمار آلودہ آنکھیں ہیں مگر ہے اُن میں مستی بھی
نیا نیرنگ ہے وہ جان لیتی بھی ہیں دیتی بھی
سپیدی بھی سیاہی بھی ہے اور کچھ کچھ ہے سرخی بھی
خضر بھی ہیں مسیحا بھی ہیں قاتل بھی ہیں ساقی بھی

امی ہلاہل مدھ بھرے سیت سیام رتنار
جیت مرت جھک جھک پرت جہہ چتوت اک بار

شب وصل صنم ہے جان اس بیمار الفت کی
الٰہی طول میں یہہ رات ہو جائے قیامت کی
نہیں ہے زندگی میں کوئی ساعت ایسی لذت کی
کہ مٹ جائے یہ دھڑکا یہ گھڑی آئیگی رخصت کی

سجن سکارے جائیں گے اور نین مرینگے روے
بدھنا ایسی کیجیو کہ بھور کبھو نا ہوے

بجھانے سے بھڑک جاتی ہے کب یہ آگ بجھتی ہے
جلا کر خاک کر دیتی ہے جب یہ آگ بجھتی ہے
لگے جس دل میں وہ جل جائے تب یہ آگ بجھتی ہے
مری رگ رگ میں جا پہنچی ہے اب یہ آگ بجھتی ہے

پریتم تم مت جائیو کہ تم بچھڑے مو بے چین

جیسے بن کی لاکڑی سلگت ہوں رین دین

ارے ظالم بتا تو کیا ترے دل میں سمایا ہے
رٹا کرتا ہے کس کا نام اے یہ حق پایا ہے
پرائے حق کا لے لینا تجھے کس نے بتایا ہے
ٹھہر تو جا بہت ہی تو نے میرا جی جلایا ہے

کاٹوں چونچ پپیہا توری چھڑکوں اوپر لون
میں پی کی پیو مورا تو پی کہے سو کون

نہ میرا ذہن جاتا ہے نہ کوئی کچھ بتاتا ہے
کہ اس کو کیوں قرار آتا نہیں کیوں اکھڑے جاتا ہے
اے کس بات کا دھڑکا ہے یہ کیوں تھرتھراتا ہے
بتا مشاطہ توہی کچھ سمجھ میں تیری آتا ہے

لکھا وا کے کان میں کہہ کارن کیا ہے
ترچھی چتون سے ڈہے کہ پھر نا بیدھا جائے

سوا تیرے نہیں ہے اور کوئی دوسرا میرا
تجھی پر ہے بھروسا اور توہی آسرا میرا
جدائی ہو اگر تجھ سے کہاں ہے پھر پتا میرا
کسی کا آشنا میں ہوں نہ کوئی آشنا میرا

توہی مورا سائیاں تجھ لاگ موری ڈور
جیسے کاگ جہاج کا سوجھے اور نہ ٹھور

خودی میں ہو دوئی کا وہم یہ غفلت ہی غفلت ہے
خودی جب اٹھ گئی دل سے تو پھر حیرت ہی حیرت ہے
یہاں تو وصل ممکن ہی نہیں فرقت ہی فرقت ہے
غرض یہ حال اور ہر رنگ میں وحدت ہی وحدت ہے

جب ہم تھے تب ہر نہیں جب ہر ہیں تب ہم نا ہیں
پریم گلی ات سانکری جا میں دو نہ سمائیں

نیا کچھ آج ہے سامان لطف وصل ملتا ہے
نکلتے ہیں مرے ارمان لطف وصل ملتا ہے
نگاہیں ملتی ہیں اس آن لطف وصل ملتا ہے
جدائی میں خدا کی شان لطف وصل ملتا ہے

آج چندرمان ورج ہے جگ جوت چھوئی اور
موسے اور دا متر کے نین بھئے اک ٹھور

بہت جوشِ جنوں میں آدمی جب خاک اُڑاتا ہے
اسی کو دیکھ لو پیراک جب غوطے لگاتا ہے
تو ڈھن ہو جس کی پیکر کی خود وہ اُڑ کے آتا ہے
توجہ کرتے میں اپنا گوہرِ مقصود پاتا ہے

جن ڈھونڈا تن پائیاں گہرے پانی پیٹھ
میں بوری ڈوبن ڈری رہی کنارے بیٹھ

بھلا یہہ بات ہے کچھ ہوش کی مدِ نظر کیا ہے
نہ ہو جائے کسی کا خون ابھی مدِ نظر کیا ہے
خود آرائی میں ایسی خود سری مدِ نظر کیا ہے
یہ کیا سوجھی ہے کچھ کہہ تو سہی مدِ نظر کیا ہے

ایک تو نینا مد بھرے ڈوبے انجن سار
اے باورے کو دوت ہے متوارے ہتیار

امیر آئے تھے یاں ہم اچھے اچھے کام کرنے کو
اٹھانی تھی یہاں تکلیف واں آرام کرنے کو
اُسی کا ذکر اُسی کی فکر صبح و شام کرنے کو
مٹانی تھی خودی اُس بے نشاں کا نام کرنے کو

نا کچھ کیا نا کر سکے عمر گنوائی سوے
کھائی ہاتھن جات ہیں دیکھین کا گت ہوے

مخمس بر قصیدۂ عربی

ملتجی ہے یہہ امیرِ ناتواں عبدِ ذلیل
باپ ماں دونوں سے بڑھ کر تو ہے رحمت کا کفیل
قیدِ غم سے اب رہائی کی نہیں کوئی سبیل
خذ بلطفک یا الٰہی من لہ زاد قلیل

مفلس بالصدق یاتی عند بابک یا جلیل

اپنی رحمت کو اشارہ کر دے اے ربِ کریم
حالِ بیمارِ معاصی کا نہایت ہے سقیم
خضر بن کر اسکو دکھلا دے صراطِ مستقیم
ذنبہ ذنب عظیم فاغفر الذنب العظیم

انہ شخص ضعیف مذنب عبدٌ ذلیل

کثرتِ عصیاں نے دکھلایا جو اُس کو روزِ بد
ہاتھ اُٹھا کر عاجزی سے سوے درگاہِ احد
مضطرب ہو کر پکارا وہ ملتجی بہرِ مدد
قال یا ربی ذنوبی مثل رملِ لا تعد

فاعف عنا کل ذنب فاصفح الصفح الجمیل

آج ہی جب عافیت میں ہے مری ایسا خلل — کیا مرا انجام ہوگا پیش کیا آئے گا کل
کیا بنے گی جان پر جس وقت آئے گی اجل — یا الٰہی کیف حالی لیس لی خیر العمل

سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل

رنج و غم درد و الم میں کچھ نہیں ہوتی کمی — رات دن تڑپاتی ہے یہ بیکسی یہ بے بسی
سن لے یا اللہ مجھ بیمار کی محتاج کی — اشفنی عن کل داء اقض عنی حاجتی

ان لی قلبا سقیما انت لی یشف العلیل

شدت امراض جسم و روح سے ہوں رنجور — دردمندوں عاجزوں پر ہے ترحم کھانا ضرور
رحم فرما میرے حال زار پر رب غفور — انت شافی انت کافی فی مہمات الامور

انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل

جاہ و منصب کی طلب مجکو نہ شوق ذہب و سیم — چاہتا ہوں تیرے باب فیض سے قلب سلیم
تاکہ غالب ہو سکے مجھ پر نہ شیطان رجیم — رب ہب لی کنز فضل انت وہاب کریم

اعطنی ما فی الضمیر دلنی خیر الدلیل

میں سراپا جرم ہوں اس کا ہے مجکو اعتراف — پر تری رحمت سے ہے امید سب ہونگے معاف
میں اسی سے یہ دعائیں التجائیں صاف صاف — ہب لنا ملکا کبیرا نجنا من ما نخاف

ربنا اذ انت قاضی والمنادی جبرئیل

حکم میں تیرے ہیں خاک آتش و آب و ہوا — نار دوزخ سے بچالے مجکو بھی تواب خدا
واسطہ دیتا ہوں میں تیرے حبیب خاص کا — قل لنا را بردی یا رب فی حقی کما

قلت قلنا نا رکونی البرد فی الحق الخلیل

نعمتوں کا خلد کی تجھ پر بخوبی ہے وضوح — چاہیے دلبستگی اس سے وہ ہے دار فتوح
دار دنیا میں رہی باقی ہمیشہ کس کی روح — این موسیٰ این عیسیٰ این یحییٰ این نوح

انت باصدیق عاصی تب الی المولی الجلیل

مناجات اوّل بدرگاہِ قاضی الحاجات

خداوندا محیطِ غم کا ہے جوش / بجا کشتی نشینوں کے نہیں ہوش
سفینہ بادباں دونوں شکستہ / تلاطم پیشِ طوفاں دست بستہ
یہہ ہے مستول کا کشتی میں عالم / سرِ تابوت جیسے نخلِ ماتم
قضا کا سامنا ہے آے کیا صبر / نظر آتے ہیں تختے تختۂ قبر
بلا کا ابرِ غم سر پر گھرا ہے / کہ قصرِ زیست پر پانی پھرا ہے
لبِ کشتی سے آتی ہے یہ آواز / کہ میں بھی اولیا کی اب ہوں ہمساز
گہے برطارمِ اعلیٰ نشینم / گہے برپشت پاے خود نہ بینم
کبھی مثلِ ہوا بالاے افلاک / کبھی نقشِ قدم آسا سرِ خاک
ہوا چلتی ہے آفت کی غضب کی / بدن میں کانپتی ہے روح سب کی
کبھی رعشہ بدن میں مثلِ مے خوار / کبھی ہے تھرتھری مثلِ گنہگار
لگے جھونکے یہ تیز و تند آنے / پڑے گویا بدن پر تازیانے
جو موجِ آب ہے تیغِ قضا ہے / بھنور جو ہے وہ کامِ اژدہا ہے
روشِ افعی کی ہر موجِ خطر میں / خسِ گرداب ہے کشتی بھنور میں
جو موجیں اٹھتی ہیں آبِ رواں سے / وہ ٹکراتی ہیں جا کر کہکشاں سے
یہ ہے اب چشمۂ خورشید کو ڈر / نہ ہو جاؤں بھنور میں کھا کے چکر
جو ہے اس وقت خوف و بیم میں ہے / تلاطم کوثر و تسنیم میں ہے
دعا کرتا ہے یہہ کعبہ میں زمزم / خداوندا یہہ طوفاں ہو کہیں کم
یہہ حال چشمۂ آبِ بقا ہے / کہ زیرِ پردۂ ظلمت چھپا ہے
جو آکر خضر نے بھی منہ دکھایا / ہوا کھٹکا کوئی جا سو غش آیا

سوال اربابِ کشتی کا یہ کیا ہے ۔۔۔ جوابِ ناخدا دم لو خدا ہے
تھمو سنبھلو سنبھالو اک ذرا دل ۔۔۔ نا مارو دست و پا مانندِ بسمل
کوئی ہوتی ہے آخر راہ پیدا ۔۔۔ کرے گا دستگیر اللہ پیدا
مگر لوگوں کو جو ہے بدحواسی ۔۔۔ غضب چھائی ہے چھرو پر اداسی
کہیں نالہ کہیں افغاں کہیں آہ ۔۔۔ زباں پر نعرۂ اللہ اللہ
یہہ جوشِ اشک ہنگامِ بکا ہے ۔۔۔ رواں کشتی میں دریا دوسرا ہے
عیاں ہے قومِ نوحؑ و ہودؑ کا حال ۔۔۔ یہہ پانی سے تو وہ صرصر سے پامال
یہاں طوفاں میں دونوں ہوش ہیں گم ۔۔۔ تلاطم پر ہے آفت کا تلاطم
پریشاں حال ہیں بیتاب ہیں سب ۔۔۔ تڑپ میں ماہیٔ بے آب ہیں سب
کسی کا دستِ ماتم اور سینہ ۔۔۔ کوئی قالب تہی مثلِ سفینہ
یہہ خوفِ غرق ہے پیر و جواں کو ۔۔۔ اچھلتے ہیں کہ چھو لیں آسماں کو
فلک کی سمت ہر دم ہاتھ اٹھاکر ۔۔۔ خدا سے کہتے ہیں یہہ گڑگڑا کر
خدایا نوحؑ سے کہدے کہ آئیں ۔۔۔ یہہ طوفاں گم ہو کشتی کو بچائیں
دعا کو ہاتھ اٹھائیں خضرؑ و الیاسؑ ۔۔۔ کہ تھم جائے یہہ بارانِ غم و یاس
پئے امداد میکائیلؑ کو بھیج ۔۔۔ انھیں فرصت نہ ہو جبریلؑ کو بھیج
نہیں جبریلؑ و میکایلؑ کا کام ۔۔۔ شہِ لولاک کی ہو رحمتِ عام
قیامت میں بچائیں گے مقرر ۔۔۔ شفیع المذنبیں ہیں خاص اور
دلوں سے پہلے یہ دہشت نکالیں ۔۔۔ سرِ دست اس قیامت کو تو ٹالیں
خلاصہ اس بیان سے ہے یہ میرا ۔۔۔ کہ طوفاں حادثوں کا ہے وہ دریا
برابر رنج و غم کا ہے یہاں جوش ۔۔۔ یہی جھونکے اڑائے دیتے ہیں ہوش
وہ کشتی ہے مکانِ اہلِ عالم ۔۔۔ کشاکش میں ہے جانِ اہلِ عالم

یہ پے در پے حوادث پر حوادث
جو موجوں کی طرح ہوتے ہیں حادث

وبالِ جاں ہیں دل کیونکر نہ ہو تنگ
بچیں کیا شیشے جب ہو بارشِ سنگ

فلک دیتا ہے چکر مثلِ گرداب
یہ دہشت ہے ہوے جاتے ہیں دل آب

یہ تن میں رعب سے ہے حالِ اعضا
ہوا میں جس طرح موجوں سے دریا

جو کشتی پر گرفتارِ بلا ہیں
وہ میں ہوں اور میرے اقربا ہیں

مجھے تسکیں نہ میرے اقربا کو
ڈبوتا ہے فلک ہر آشنا کو

کروں کیا گو میں ان میں ناخدا ہوں
کہ خود بے طاقت و بے دست و پا ہوں

نہ لائق عرض کے اپنا ہے کچھ حال
نہ قابل دید کے اوروں کا احوال

غضب دیتا ہے گردش ورطۂ غم
کہ کشتی میں ہے پن چکی کا عالم

عجب دورانِ سر سے حال سر ہے
کہ یہ کاسہ بھی چرخ کاسہ گر ہے

کوئی تھمتا ہے دل ٹھہرائیے لاکھ
فلک سنتا نہیں چلائیے لاکھ

دکھا آنکھوں کو یارب منزلِ امن
کہ لنگر ہو قریبِ ساحلِ امن

رحیم و دل نوازِ خلق ہے تو
کریم و کارسازِ خلق ہے تو

پناہِ خلق تو جائے اماں تو
سوا ماں باپ سے ہے مہرباں تو

ترے ابرِ کرم سے ہر شجر سبز
تجھی سے مزرعِ امید سرسبز

برستا ہے جو تیرا ابرِ رحمت
اسی سے زندہ ہے جتنی ہے خلقت

سبب ہے زندگانی کا یہ پانی
یہی پانی ہے آبِ زندگانی

یہ بارش گر نہ ہو آفاق جل جائے
ریاضِ دہر کی صورت بدل جائے

جو لالہ ہے چمن میں لعلِ تر ہے
صدف میں قطرۂ نیساں گہر ہے

حباب اے خالقِ اکبر بنائے
عجب پانی سے تو نے گھر بنائے

تری قدرت سے زندہ ہے الٰہی
سمندر آگ میں پانی میں ماہی

نہیں بیکار کوئی رنگ صنعت
جو صنعت ہے تری ہے عین حکمت

زراعت سبز کی صحرا بصحرا
رواں تاجر ہوئے دریا بدریا

ہوئی آسودگی عالم کی مطلوب
منافع کے بندھے ہر طرح اسلوب

تجارت کر کے زر پایا کسی نے
زراعت سے ثمر پایا کسی نے

کوئی تاجر ہے کوئی پیشہ ور ہے
کشادہ ہر طرح روزی کا در ہے

وہ رب ہے تو کہ پالا تو نے گل کو
دیا جو خار کو تو نے وہ گل کو

گنہ کا مرتکب انساں ہو ہر چند
ورے روزی نہیں کرتا ہے تو بند

ہزارا انسانِ خاطی سر اٹھائے
یہہ تیرا حلم ہے غصہ نہ آئے

ادھر سے معصیت پر معصیت ہے
ادھر سے مرحمت پر مرحمت ہے

نظر آئی جو یہہ بارش عطا کی
ہوئی مجکو بھی جرأت التجا کی

خداوندا بحقِ شاہِ لولاک
نبی جن کے لیے یہ سقفِ افلاک

الٰہی واسطہ شبیر خدا کا
الٰہی واسطہ خیر النسا کا

خداوندا بحقِ آلِ اطہار
خداوندا پئے اصحاب و انصار

خدایا واسطہ پیغمبروں کا
خدایا واسطہ سب رہبروں کا

خداوندا تصدق اولیا کا
خداوندا تصدق اوصیا کا

خداوندا پئے طاعت گزاراں
خداوندا پئے پرہیزگاراں

معاصی سے مرے کر چشم پوشی
عنایت سے سراسر چشم پوشی

بوقتِ نزع ہو ہر مشکل آساں
چراغِ راہِ عقبےٰ نورِ ایماں

محمد کی شفاعت روزِ محشر
لبِ کوثر علیؑ دیں جامِ کوثر

خلش تا زیست ہو کوئی نہ درپیش
نہ ہر خار گل ہو نوش ہر نیش

رہیں صحت سے فرزند اقربا شاد
نہ ہوں ہمدم غمِ دنیا سے ناشاد

یتیموں کو دُرِ مقصد عطا کر — اسیروں کو مصیبت سے رہا کر
تمولِ بہرِ مسکینانِ غمگیں — مریضوں کو شفا حاصل ہو آمیں
مسافر راہ سے گزریں سلامت — غریبوں کو ہو حاصل استقامت
ولی نعمت خداوندِ زمانہ — جو ہیں خلق و مروت میں یگانہ
نگاہ پرورش سارے جہاں پر — خصوصاً اس گدائے آستاں پر
عنایت پر عنایت ہے جو دن رات — فراغت سے بسر ہوتی ہے اوقات
الٰہی سب مرادیں اُن کی حاصل — گلِ خنداں ہمیشہ غنچۂ دل
طبیعت معتدل اعضا میں چستی — الٰہی تندرستی تندرستی
یہہ حشمت اور یہہ اجلال قائم — یہہ دولت اور یہہ اقبال دائم

الٰہی طولِ عمر اُن کو عطا ہو
حکومت اُن کی تا روزِ جزا ہو

مناجات دوم

الٰہی ہوں میں اک بندہ گنہگار — ہوا و حرصِ دنیا میں گرفتار
الٰہی ہوں میں مشتِ خاک ناچیز — نہیں کچھ نیک و بد میں مجھکو تمیز
الٰہی ہوں میں اک آشفتہ احوال — برنگِ سبزۂ پامال پامال
الٰہی ہوں میں اک شاخِ شکستہ — گلِ پژمردہ جس میں دستہ دستہ
الٰہی ہوں میں اک برگِ خزانی — پریشاں حال چہرہ زعفرانی
الٰہی ہوں میں اک طائرِ تہِ دام — نہیں معلوم اپنا مجھکو انجام
الٰہی ہوں میں اک آہوئے محبوس — کہ پائے دل میں ہے زنجیرِ افسوس
الٰہی ہوں میں اک مجروحِ حرماں — جگر میں ہیں ہزاروں زخم پنہاں
الٰہی ہوں میں اک درویش غمناک — گلیمِ تیرہ بختی جس کی پوشاک

الٰہی ہوں میں اک محزونِ پُر ریش — سراپا داغ مثلِ دلقِ درویش
الٰہی ہوں میں اک برگشتہ تقدیر — مُضر مجکو ہے جو میری ہے تدبیر
ہمیشہ جرم اندیشہ ہے میرا — خطا کاری رگ و ریشہ ہے میرا
شرابِ مستی و غفلت شعاری — مری رگ رگ میں مثلِ خون جاری
یہہ عصیان و معاصی کی ہے کثرت — فرشتوں کو نہیں لکھنے سے مہلت
کہاں فکرِ مآلِ کار و انجام — سحر سے شام تک بیہودہ سب کام
کٹی شب خواب میں مانندِ مدہوش — سحر ہوتے ہی پھر فکرِ خور و نوش
کبھی ہشیار مستی سے نہ ہونا — تغافل اوڑھنا غفلت بچھونا
مزے کی آرزو لذت کی خواہش — تنعم کی طمع نعمت کی خواہش
ہزاروں ذائقے ہر دم زباں پر — کبھی سیری نہیں خوانِ جہاں پر
کہاں قطعِ نہالِ دیں سے پرہیز — لسانِ ارّہ دندانِ طمع تیز
میسر گرچہ ہر نعمت ہے پھر اس پر — مگس کی طرح ہر دم دست برسر
تلاشِ دولتِ دنیا میں چستی — عبادت کا جو وقت آئے تو سستی
نمازوں کی فقط عادت دگر ہیچ — گلے میں ایک سبحہ دل میں سو پیچ
حضورِ قلب اس حالت میں معلوم — قبولِ ربِ سبحاں امرِ موہوم
نہ چشم و گوش پر قابو نہ دل پر — جو روزہ دیکھیے فاقے سے بدتر
عبث مذکور لا حاصل وقائع — سحر سے شام تک اوقات ضائع
نہیں اتنی بھی غفلت سے خبر ہے — کہ کس میں نفع ہے کس میں ضرر ہے
بسانِ کودکِ بے عقل و ادراک — نہیں زر و ہن میں فرق کچھ خاک
میں نیک و بد کو کب پہچانتا ہوں — ہما و چغد یکساں جانتا ہوں
تمیز اتنی نہیں مانندِ مبہوت — یہ آتش پارے ہیں یا لعل و یاقوت

حوادث سیکڑوں آٹھوں پہر پیش
سرِ رہ چاہ نابینا کو درپیش

جو تیری دستگیری ہو نہ رہبر
تو کھاؤں ٹھوکریں میں ہر قدم پر

چھڑائے آفتوں سے کون مجکو
بچائے ذلتوں سے کون مجکو

تجھی سے چاہتا ہوں استعانت
تجھی سے مانگتا ہوں استقامت

تجھی سے ہے بگڑنا اور بننا
شہا ارحم علینا واعف عنا

نہ مجرم کی ضلالت پر نظر کر
فقط اپنی جلالت پر نظر کر

جو میرے کام وہ سب اضطراری
جو تیرے کام وہ سب اختیاری

کہا کُن ہو گیا موجود عالم
نہ تھا کچھ ہو گیا سب کچھ فراہم

کیا معدوم سے آدم کو موجود
ہوئی توقیرِ مشتِ خاک مقصود

فرشتے ساجد و مسجود خاکی
عنایت سے عجب نعمت عطا کی

کیا جاندار بے جان تھا جو پیکر
صدف آسا ہوا تن جائے گوہر

وہ گوہر تھا عجب اک نورِ ذوالمن
ہوا سارا زمانہ جس سے روشن

کیا اُس کو فرشتوں سے بھی برتر
عجب رتبہ دیا اللہ اکبر

تکبر پر قدم مارا جو بے سود
ہوا مردودِ رب ابلیسِ مردود

تذل من تشاء شانِ علام
تعز من تشاء رحمتِ عام

ہدایت کے لیے بھیجے پیمبر
ہوا ہر ملک میں حاکم مقرر

مٹادی ظلمتِ کفر و ضلالت
ہوئے روشن مصابیح ہدایت

رسولوں کو دیے اعجاز ایسے
ہوئے معقول منکر کیسے کیسے

عجب ذی قدر ذیشان انبیا تھے
وہ خاص الخاصِ درگاہِ خدا تھے

خصوصاً حضرتِ ختمِ رسالت
صلوٰۃ و رحمت اُن پر تا قیامت

وہ جھنڈا دین کا عالم میں گاڑا
کہ جیتا پہلوانوں سے اکھاڑا

بھلا کیونکر ہوں منعم کے ادا شکر | کرے ان نعمتوں کا کوئی کیا شکر

یہہ ہے حالِ گنہگارانِ امت | کہ اُن کے وہ کرم اُنکی یہہ شامت

وہ ہر لغزش سے رہتے ہیں بچائیں | اگریں یہ خود کنوئیں میں منھ کی کھائیں

خصوصاً میں کہ ہوں اُن سب میں بدتر | کروں گا کیا الٰہی روزِ محشر

کچھ ایسا خوابِ غفلت میں ہوا غرق | نظر آتا نہیں دن رات میں فرق

ہوا ایسا بدافعالی کا طغیاں | سمجھتا اب نہیں عصیاں کو عصیاں

جو بہرِ فکر اک دن سر جھکایا | مآلِ کار کا کچھ دھیان آیا

کہا عبرت نے غافل ہوش میں آ | قریب آئی ہے منزل ہوش میں آ

شیاطیں گھات میں ہیں وقت پاکر | نکل آ پردۂ غفلت اُٹھا کر

خیال آیا جو وقت آیا نظر سخت | کہ پچھتانا پڑے گا وقت پر سخت

بجوں وقت سے وہ محبت ہو پیدا | رہائی کی کوئی صورت ہو پیدا

کیا اس بات کو پہلے مقدم | کہ ایمان مغفرت کو کچھ نہیں کم

ہوا جو قائلِ توحیدِ باری | مقرر ہوگی اُس کی رستگاری

کہ ناگہ بول اُٹھا سینے میں یہ دل | میسر ہے کسے ایمانِ کامل

بلاشبہہ ہے ایمان وجہ غفراں | مگر ایماں جسے کہتے ہیں ایماں

وہ مہ ہے بدر جس کو ہو تمامی | ثمر کس کام کا جس میں ہے خامی

بکار آمد نہیں مہمل عبارت | جو ناقص مال ہے کیا اسکی قیمت

برائے نام ایماں ہے تو کیا ہے | طلسمی نقش ہے سر دو رہوا ہے

ادھر سے دغدغہ پیدا ہوا جب | تو سوجھی اور دل کو راہِ مطلب

عبادت کی طرف آیا مرا دھیان | کہ اس کو پیش کر سکتا ہے انساں

مشقت کی ہے طاعت میں جو دن رات | بنے گی اس سے پھر بگڑی ہوئی بات

عبادت پر کیا تکیہ جو بے غور ۔ تصور ذہن میں آیا یہ فی الفور
جواب آیا کہاں محکم ہے یہ کاخ ۔ لگی ہے اس شجر میں بھی تو اک شاخ
عمل جو ہے شریک اس میں ریا ہے ۔ کہاں بے میل یہ سیم و طلا ہے
حضورِ قلب ہے شرطِ عبادت ۔ حضورِ قلب کی پھر کیا ہے صورت
نمازوں میں خیال آتے ہیں کیا کیا ۔ وساوس رنگ کھلاتے ہیں کیا کیا
نمازِ بے ریا مقبولِ حق ہے ۔ جناں کا پھر مصلی مستحق ہے
عبادت جو نہیں مقبولِ باری ۔ پھر اس سے کیا امیدِ رستگاری
جو اس صورت میں بھی کچھ بن نہ آئی ۔ بساطِ امیدِ تازہ نے بچھائی
کہا دل نے کہ کافی ہے شفاعت ۔ رسول اللہ کی روزِ قیامت
یہ شق تسلیم کے قابل ہے لیکن ۔ شفاعت بے رضا ہے غیر ممکن
ہوا اللہ جس سے نا رضامند ۔ رسول اللہ کب ہیں اس سے خرسند
سزاوارِ کرم جو اہلِ دیں ہیں ۔ شفیع ان کے شفیع المذنبیں ہیں
شفاعت کب خلافِ کبریا ہے ۔ مقدم ربِ عالم کی رضا ہے
دمِ پرسش جو کوئی عذر لائے ۔ مصائب عمر بھر میں نے اٹھائے
بسر کی فقر میں فاقے میں اوقات ۔ اٹھائیں سختیاں دنیا میں دن رات
رہی دنیا میں حاصل نامرادی ۔ عوض اس کے ہو اب عقبی میں شادی
جواب اس کا یہ ہے اے مردِ ناداں ۔ نہیں اس میں بھی آمرزش کا ساماں
رہا جو مرتکب عصیاں کا دن رات ۔ لیے مول اپنے ہاتھوں تو نے آفات
وہ بلا زشتیِ افعال کا تھا ۔ نتیجہ شامتِ اعمال کا تھا
کہے کوئی جو آخر ہو کے قائل ۔ کہ حق سے حجتیں ساری ہیں باطل
اگر میں نے سزا پائی جو اسلام ۔ تجھے کیا فائدہ اے ربِ عالم

جلائیں آج جو نارِ سقر سے
تجھے کیا نفع ہے میرے ضرر سے

نہیں سننے کے قابل یہ بھی زنہار
کہ ہے صادق وعیدِ ربِ قہار

ضرور اہلِ ضلالت کی سزا ہے
عدالت کا یہی تو مقتضیٰ ہے

جو قصدِ توبہ اس دن ہو تو حاصل
نماز البتہ ہے بے وقت باطل

گیا جو وقت ہاتھ آتا نہیں ہے
درختِ خشک پھل لاتا نہیں ہے

گناہوں کی ہوئی طاقت جو مفقود
تو پھر ترکِ جرائم محض بے سود

ہوا ہر عذر کا آخر یہ حاصل
نہیں کوئی پذیرائی کے قابل

جو کام آئے تو آئے گڑگڑانا
کرم درکار ہے باقی بہانا

خوشا اے عجز مشفق یار میرے
کرم فرما قدم آنکھوں پہ تیرے

کسی نے بھی نہ کی حاجت روائی
جو تجھ سے ہو تو ہو مشکل کشائی

بہت مشتاق ہے دل جلد آجا
کروں میں سینہ شق اس میں سما جا

شباہت تیری میں پاؤں تو بہتر
سراپا تو میں بن جاؤں تو بہتر

جو یک رنگی ہو تو ہو رستگاری
میں تیری طرح ہوں مقبولِ باری

تجھے اب چھوڑ کر جاؤں کہاں میں
تمنا ہے جہاں تو ہو وہاں میں

غریقِ بحر تنکے کا مقرر
سہارا ڈھونڈتا ہے ہو کے مضطر

مگر یہ بھی عنایت پر ہے موقوف
خدایا تیری رحمت پر ہے موقوف

جو تو چاہے تو یہ قطرہ ہو گوہر
جو تو چاہے تو یہ ذرہ ہو اختر

جو تو چاہے تو گل ہو جائے یہ خار
جو تو چاہے تو یہ گلخن ہو گلزار

جو تو چاہے تو یہ شب روز ہو جائے
چراغِ مردہ شب افروز ہو جائے

الٰہی میں ترا بندہ ہوں عاصی
سراپا جرم و عصیان و معاصی

سنا ہے نام تیرا میں نے غفار
سنا ہے نام تیرا میں نے ستار

رحیمی ختم ہے تجھ پر الٰہی
کریمی ختم ہے تجھ پر الٰہی

بہت نادم ہوں یا غفار توبہ
ہر اک عصیاں پہ سو سو بار توبہ

کرم کر یا الٰہی یا الٰہی
سفیدی سے بدل جائے سیاہی

ہوا اگر سر سرایہ دانہ تو کیا
پھلا یہ سبزۂ بیگانہ تو کیا

قدم کے نیچے پس جائے اگر مور
نہ بڑھ جائے گا فیلِ مست کا زور

جہاں ہے شیر کی قوت سے آگاہ
دریدہ ہو نہ ہو کم زورِ روباہ

عطا دوزخ میں یا جنت میں ہو گھر
ترے نزدیک ہیں دونوں برابر

تری رحمت کے آگے میرے عصیاں
کہیں قطرے سے کم ہیں پیشِ عماں

کنارِ بحر سیرابی میں کیا دیر
گرسنہ خوانِ نعمت پر شکم سیر

مٹا دیتا ہے ظلمت نورِ مہتاب
کثافت دور کر دیتا ہے سیلاب

عجب کیا ہے اگر تیری عطا سے
بری ہو جائے عاصی ہر خطا سے

الٰہی آدمؑ و حواؑ کا صدقہ
الٰہی احمدؐ و زہراؑ کا صدقہ

برائے جملہ نزدیکانِ سرمد
برائے آلؑ و اصحابِؓ محمدؐ

تصدق اولیاؒ و انبیاؑ کا
تصدق اتقیاؒ و اصفیاؒ کا

برائے چشمِ دریا بارِ یعقوبؑ
برائے دردِ جاں فرسائے ایوبؑ

برائے نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ
برائے ہودؑ و اسماعیلؑ و عیسیٰؑ

پے یوسفؑ کہ تھے وہ ماہِ کنعاں
پے اسحاقؑ جو تھے پاکؑ اماں

پے یونسؑ نبی ادریسؑ و یحییٰؑ
پے الیاسؑ و خضرؑ دشت پیما

بیوسف طلعتانِ غرقہ خوں
گل اندامانِ رخت جسمِ گلگوں

بہ مقتولانِ تیغِ ظلم و بیداد
بہ مجروحانِ تن صد چاکؑ و دل شاد

بحقِ تشنگانِ خندہ بر لب
بحقِ زخمیانِ شکر مشرب

برائے سرفروشانِ رہِ دیں
سجود آمادہ زیرِ خنجرِ کیں

پئے آوارگانِ خانہ بردوش
برائے خستہ جانانِ کفن پوش

برائے دردِ جانکاہِ غریباں
برائے محنتِ محنت نصیباں

برائے غرقہ کشتی بہ گرداب
تحسّر پیشۂ خرمن بہ سیلاب

پئے مسکینان و محتاجانِ غمناک
یتیماں و اسیرانِ الم ناک

پئے شب زندہ دارانِ صفاکیش
ہراساں رعشہ براندام و دلریش

جو میری مشکلیں ہیں سب ہوں آساں
نہ ہوں ہنگامِ سختی میں پریشاں

بحرمت ہو بسر دنیا میں میری
کرم سے نزع میں کر دستگیری

رواں ہو چھوڑ کر یوں روح تن کو
چلے جیسے کوئی سیرِ چمن کو

عنایت بعدِ مرگ اے ربِّ سبحاں
فشار آساں حسابِ گور آساں

قیامت میں رہوں ہر رنج سے دور
بنے خورشیدِ محشر قرصِ کافور

بزیرِ سایۂ شاہِؐ امم ہوں
صراطِ حشر پر ثابت قدم ہوں

زن و فرزند و خویش و اقرباء سب
عزیز احباب اربابِ ولاء سب

بچیں ہر ایک آفت سے الٰہی
نہ دیکھیں حزن و دنیا میں تباہی

جو گزرے لوگ اُن پر مرحمت ہو
مرے ماں باپ کی بھی مغفرت ہو

مرے نواب کو بھی رکھ سلامت
بہ جاہ و حشمت و اقبال و شوکت

مرض جو ہے وہ بالکل دور ہو جائے
چراغِ آرزو پُرنور ہو جائے

صد و سی سال زیبِ صدرِ تمکیں
دعائیں سب مری مقبول آمین

مناجات سوم

گنہگار ہوں اے خدائے کریم
سیہ کار ہوں اے غفور و رحیم

شب و روز مشغولِ افعالِ زشت
دل و دیدہ مصروفِ اعمالِ زشت

گناہوں میں لپٹا ہوا اس طرح
لفافے میں مکتوب ہو جس طرح

سیہ چہرہ آنکھیں مگر اشک ریز
نہ ہو چشمِ رہائی نہ راہِ گریز

رہی عمر بھر ایسی مشقِ گناہ
کہ ہے یک قلم خطِ عصیاں سیاہ

مگر تو جو چاہے تو اے ذوالجلال
یہہ خطِ سیہ تیغِ غم کی ہو ڈھال

جو سیدھا ہو مرا بختِ معکوس ہو
پرِ زاغ بھی بالِ طاؤس ہو

معما بے شکل ہے حسنِ عمل
کسی وقت شاید کہ ہو جائے حل

معاصی سے ہے رستگاری بعید
کھلے قفلِ ابجد کہاں وہ کلید

جو اُمید کچھ ہے توامنی ہے اب
چمک جیسے جگنو کی ہنگامِ شب

مگر تیری دہشت سے پروردگار
بدن مثلِ مے خوار ہے رعشہ دار

نہیں گریہ شرمِ عصیاں کی حد
عجب کیا کہ دھو جائیں اعمالِ بد

خبر لے کہ کشتی ہے منجدھار میں
قدم پڑ گیا روزنِ مار میں

یہہ ڈوبے تو ہے زیست کا اختتام
وہ کاٹے تو ہو جائے قصہ تمام

جو تو ناخدا ہے تو پھر کیا ہے غم
خطر کیا جو ہے زہر مہرہ کرم

کہا تو نے اے خالقِ خلد و نار
ڈرے گا جو مجھ سے وہ ہے رستگار

کرے عفو اگر تو کہاں کے گناہ
ہوا سے ہوا ہو یہہ دودِ سیاہ

سنا ہے کہ ہے نام تیرا غفور
گنہگار پر رحم کر یا غفور

بڑے مرحلے مجھکو درپیش ہیں
کمیں میں ہزاروں بد اندیش ہیں

شیاطیں کا ہے ہر طرف ازدحام
عدو نفسِ امارہ گھر کا غلام

وساوس مرا زہد کھونے کو ہیں
سیہ کار آنکھیں ڈبونے کو ہیں

چبھے ہیں اگر پاؤں میں خارِ جرم
تو گردن میں طوقِ گرانبارِ جرم

قضا سر پہ کھینچے ہوئے تیغ تیز — نفس از کش چشم و دل برق ریز
جرس کہہ رہا ہے چلا قافلہ — کمر جلد کس دور ہے مرحلہ
سفر کا یہاں ساز اصلا نہیں — تہی دست توشہ مہیا نہیں
خدا جانے پیش آئے کیا راہ میں — کہ بھیڑ ہے حد سے سوا راہ میں
مگر کوئی مردِ خدا رحم کھائے — سنبھالے مجھے دستگیری کو آئے
وہ مردِ خدا کون خیر الوریٰ — شہ دوسرا خضرِ راہِ ہدیٰ
سہارا انہیں کا ہے ہنگام نزع — سحر ہوگی اُن سے مری شام نزع
وہ آئیں تو آسان ہوں مشکلیں — کٹیں نرم ہو کر کڑی منزلیں
خطر کیا ہے ابلیس کے ہول سے — بھگا دوں گا میں تیغ لاحول سے
خدایا یہہ تیری عنایت رہے — کہ اُس وقت ایمان سلامت رہے
مری روح کو یہہ ملے آبرو — نکل جائے یوں جس طرح گُل سے بُو
وہ بو ہو سوئے باغ جنت رواں — بنے عطرِ ملبوسِ حورِ جناں
مجھے حشر سے نشر سے کام کیا — جو حامی ہے تو مہربان مصطفےٰ
رہے اس طرح گور میں بھی بدن — عروسی کے حجلے میں جیسے دلہن
اگر دستگیری محمد کریں — نکیرین آئیں خوشامد کریں
سوالات کیسے کہاں کا فشار — کہوں میں کہ ہوں خاصِ پروردگار
رہو چپ یہاں بات کا کب ہے ہوش — مے عشقِ احمد کا ہے دل میں جوش
جو یہہ حال مجھ سے سنیں صاف صاف — ملک بھی یقیں ہے کہ رکھیں معاف
رہا حشر واں تیری رحمت وسیع — معاون شفیع الامم سا شفیع
زمانے کو جب آپ بخشائیں گے — کرم کیا مجھی پر نہ فرمائیں گے
کہ اک کفش بردار میں بھی تو ہوں — اسی باغ کا خار میں بھی تو ہوں

یقیں ہے کہ جب یاری کل کریں
مجھے بھی نبی خار سے گل کریں

خدایا ہوا یہ تو عقبےٰ کا حال
کروں عرض اب تجھ سے دنیا کا حال

کہ دنیا میں میں جب تلک زندہ ہوں
الٰہی کسی کا نہ شرمندہ ہوں

ہر اک درد کا بھیجدے تو علاج
عنایت سے ہو رفع ہر احتیاج

مناجاتِ چہارم

الٰہی الٰہی گنہگار ہوں
خدایا خدایا سیہ کار ہوں

ہوئی عمر جرم و خطا میں تمام
نہیں کام کے میرے جتنے ہیں کام

شبِ عمر غفلت میں آخر ہوئی
میں سویا کیا صبح ظاہر ہوئی

گناہوں نے گھیرا مجھے اس طرح
کوئی نقطہ پرکار میں جس طرح

سیاہی گناہوں کی جاتی نہیں
یہ شب صبح ہونے کو آتی نہیں

رواں قافلہ کیا میں باندھوں کمر
نہیں کچھ مرے پاس زادِ سفر

نہ زر کا بھروسا نہ کچھ زور کا
قضا سر پہ ہے سامنا گور کا

نہ روزہ نہ ہے ٹھیک میری نماز
بجز اندیشۂ خام و حرص و آز

گرفتارِ جرم و خطا ہر نفس
ہوا خواہِ حرص و ہوا ہر نفس

گناہوں کا انبوہ ایسا ہوا
جدا مجھ سے کثرت میں تقوےٰ ہوا

جو بعدِ تجسس ملے بھی کہیں
کہے تجکو دھوکا ہوا میں نہیں

ہوئی محنت برباد عمرِ عزیز
نہ آئی مجھے نیک و بد میں تمیز

کشاکش میں ہے یہ جانِ رنجور ہے
زمیں سخت ہے آسمان دور ہے

قضا گھات ہر دم لگائے ہوئے
غمِ گور پہلو دبائے ہوئے

جسے دیکھتا ہوں وہ بیگانہ ہے
جو ہم خانہ ہے دشمنِ خانہ ہے

عدو ہیں مرے خود مرے دست و پا
گواہی یہی دیں گے روزِ جزا

ہوا خواہ ہمدم عزیز اقربا — یہ سب اپنے مطلب کے ہیں آشنا
خلافِ طبیعت اگر بات ہو — کسیکو نہ پاسِ ملاقات ہو
تری ذات بندے کی تنہا شریک — تری شان ہے وحدہٗ لاشریک
کرم اے خداوندِ چرخ و زمین — تری ذات ہے ارحم الراحمین
ترے نام ہیں اے خدائے کریم — لطیف و ودود و غفور و رحیم
سزاوارِ آتش ہوں میں لاکلام — نہیں عذر کا کوئی اس میں مقام
ترا قہر اگر گرمِ پرخاش ہو — گناہوں کی ہرگز نہ پاداش ہو
مگر تجھ سے اُمید ہے یا کریم — لڑکپن سے سنتا ہوں تجکو رحیم
میں عاصی ترا نام غفار ہے — نہ کر فاش پردہ کہ ستار ہے
ترا عفو عصیاں سے ہمدوش ہے — عطا پاش ہے تو خطا پوش ہے
الٰہی بحقِ رسولِؐ کبیر — الٰہی بحقِ جنابِ امیرؑ
الٰہی باصحابِ خیر الوریٰ — الٰہی بانصارِ شاہِ ہدیٰ
پئے انبیاؑ و پئے اولیاؒ — پئے اتقیاؒ و پئے اصفیاؒ
گنہگار ہے ایک جز و ضعیف — حقیر و فقیر و ذلیل و نحیف
لرزتا ہے ایسا ترے خوف سے — بدن میں ہے رعشہ ترے خوف سے
نہ کر اس کے جرم و خطا پر نظر — رہے اپنے لطف و عطا پر نظر
کرم سے یہ روئے سیہ کر سفید — دکھا دے شبِ یاس صبحِ اُمید
بلاؤں میں تیری طرف دھیان ہو — جو مشکل پڑے مجھ پہ آسان ہو
دمِ نزع کلمہ پڑہوں دمبدم — رہوں دینِ حق پر میں ثابت قدم
شیاطین اگر آئیں بہرِ فتور — کروں تیغِ لاحول سے اُن کو دور
نہ پھسلوں کڑی نزع میں سہکے میں — سنبھلتا رہوں یا علیؑ کہکے میں

فرشتے جو آئیں دمِ احتضار
نہ کانپوں رہے دل مرا استوار

جدا تن سے ہو جان تو اس طرح
نکلتی ہے پھولوں سے بو جس طرح

لحد تک جو لیجائیں بے جاں بدن
مرے اقربا بعدِ غسل و کفن

پسِ دفن پیش آئے راہِ مہیب
نہ یاور نہ ہمدم میں تنہا غریب

نہ دیوارِ خانہ نہ ظلِ درخت
شبِ تیرہ و تار ہنگام سخت

ذرا ہو جو رحمت کا تیری ظہور
نہ ہوں استخوانِ بدن چور چور

فرشتے وہ آنکھیں نکالے ہوئے
غضب گرزِ آتش سنبھالے ہوئے

مقامِ تلاطم مہیا عذاب
یہ طاقت ہے میری کہ دوں میں جواب

مدد کو عنایت سے احمد کو بھیج
خدایا خدایا محمد کو بھیج

جواب اُن کو وہ میری جانب سے دیں
رہا ہوں زباں سے جو بھی کہیں

اشارے سے اُن کے ہو میری نجات
گذارہ ہے رحمت میں اتنی ہے بات

محمد کے فیضِ قدم سے لحد
چمن ہو چمن المدد المدد

قیامت میں بھی مشکل آسان کر
گناہوں پہ میرے نہ کچھ دھیان کر

وہ گرمی وہ دم اہلِ محشر کے بند
سوا نیزے پر آفتابِ بلند

قیامت کی شورش غضب کا تعب
پسینے میں ڈوبی ہوئی خلق سب

ڈرے کیوں نہ انسان کی کیا بساط
وہ میزاں کی دہشت وہ خوفِ صراط

موکل اُدھر گرز تولے ہوئے
جہنم اِدھر منہ کو کھولے ہوئے

تماشا سخت ہیبت کی جا
سراسیمہ سب انبیا اولیا

وہ میداں ہزاروں برس کا وہ روز
دلوں میں تپش آتشِ خانہ سوز

دمِ تیغ پر پاؤں ڈر کا محل
سنبھالے جسے تو وہ جائے سنبھل

ترے خوف سے گم رسولوں کے ہوش
سوائے محمد دو عالم خموش

سر پاک سجدے میں تیرے حضور ۔ زباں پر یہ جاری کرم اے غفور
الٰہی یہ جب پیش ہو مرحلہ ۔ جرس وار نالاں ہو ہر قافلہ
میں عاصی نہ ہوں قیدی دام غم ۔ محمدؐ کا صدقہ کرم کر کرم
عدالت میں میرا گذارہ نہیں ۔ فقط عفو یا ارحم الراحمین
جو ہوں وزن اعمال خفت نہ ہو ۔ مری اہل محشر میں ذلت نہ ہو
بچھا ایسے لطف و کرم کی بساط ۔ کہ آساں گروں طے میں راہِ صراط
دم تیغ پر پاؤں قائم رہیں ۔ غلام محمدؐ ہے یہ سب کہیں
گزر جاؤں مشکل مقاموں سے میں ۔ کہ ہوں مصطفےٰؐ کے غلاموں سے میں
شفاعت سے احمدؐ کی بیڑا ہو پار ۔ رہوں تیرے سائے میں پروردگار
عنایت ہو تیری نبیؐ کی مدد ۔ کہ جنت میں پاؤں مقام ابد
امیر سیہ رو کی ہے التجا ۔ کہ ماں باپ میرے عزیز اقربا
ترے سایۂ عاطفت میں رہیں ۔ ترے سایۂ مغفرت میں رہیں
رہوں زندگی بھر میں عزت کے ساتھ ۔ بسر ہو مری عمر حرمت کے ساتھ
الٰہی ترے ہاتھ ہے آبرو ۔ پھرانا نہ مجکو کبھی کو بکو
رہے حاجتوں میں یہ دل مستقیم ۔ کسی کا نہ محتاج ہوں یا کریم

کٹے سہل راہِ حیات و ممات
برائے محمدؐ علیہ الصلوٰت

مناجات پنجم

اے صانع دہر جن و انساں ۔ دے خالق خلد و حور و غلماں
رحمان ہے تو رحیم ہے تو ۔ منّان ہے تو کریم ہے تو
غفار ہے تو عظیم ہے تو ۔ ستّار ہے تو حلیم ہے تو

واحد یکتا ہے ذات تیری
دانا بینا ہے ذات تیری

ذی جود ہے خوش جمال ہے تو
ذوالفضل ہے ذوالجلال ہے تو

ہر غم میں بڑا رفیق ہے تو
بندوں پہ بڑا شفیق ہے تو

قطرہ ہے دُرِ خوش آب تجھ سے
ہر ذرہ ہے آفتاب تجھ سے

سلطاں جو یہاں ہے بحر و بر کا
ادنیٰ وہ گدا ہے تیرے در کا

ہر ایک کو آسرا ہے تجھ سے
ہر ایک کی التجا ہے تجھ سے

بندوں پہ یہ کی بڑی عنایت
بھیجے جو نبی پئے ہدایت

اُن سب میں علی الخصوص احمدؐ
تاجِ سرِ انبیا محمدؐ

حضرت نے رہِ ہدیٰ بتائی
آئی رہِ راست پر خدائی

مرحوم ہوئی یہ امتِ خاص
حضرت نے بتائی راہِ اخلاص

اب کوئی جو اِن میں ہو خطاکار
ہے قہر بجا کہ تو ہے قہار

پر قہر میں ہے کہاں ٹھکانا
آلودۂ جرم ہے زمانا

عاصی ہیں گناہگار ہیں سب
رحمت کے امیدوار ہیں سب

ان سب سے زیادہ ننگِ اُمت
پابندِ طمع خراب نیت

طاعت نہیں مغفرت کے قابل
روزہ فاقہ نماز باطل

طاعت وہ کہاں خضوع جس میں
سجدہ وہ کہاں خشوع جس میں

ہوتا نہیں کوئی کام ایسا
جس سے کہ ہو دل کو کچھ سہارا

دریائے خطا میں غرق عاصی
دن رات جرائم و معاصی

عاصی ہوں گناہگار ہوں میں
مجرم ہوں سیاہ کار ہوں میں

ناچیز حقیر ذرۂ خاک
اِک قطرۂ آب وہ بھی ناپاک

ہستی ہے تو نقشِ آب سی ہے
موہوم بقا حباب سی ہے

کہتا نہیں دے بہشت میں گھر
کہتا نہیں دے شرابِ کوثر

ہاں نارِ عقاب سے بچالے
محشر میں عذاب سے بچالے

فردوس کہاں کہاں میں خاشاک
وہ عالمِ پاک اور میں ناپاک

یا رب تجھے واسطہ نبیؐ کا
یا رب تجھے واسطہ علیؑ کا

در پیش ہے سخت روزِ کل کا
کرنا نہ مواخذہ عمل کا

سنتا ہوں کریم نام تیرا
سنتا ہوں رحیم نام تیرا

مجرم نہیں قابلِ عدالت
رحمت رحمت ہزار رحمت

یا رب جو قریب موت آئے
دم اُلجھے پیامِ فوت آئے

آنکھوں میں گرچہ ہے سرشک جاری
تحریک رگوں کی اضطراری

احباب عزیز۔ جملہ موجود
مجبور کہ بابِ چارہ مسدود

اس وقت ترا کرم ہے درکار
آساں ہو مجھ پہ راہِ دشوار

آنکھوں کے تلے ہو جب اندھیرا
جاری ہو زباں پہ نام تیرا

سب سہل ہو نزع کی اذیت
ایماں رہے مرا سلامت

شفقت سے مدد کریں پیمبرؐ
غولوں سے بچائیں خضرؑ آکر

ہمراہِ خضرؑ ہوں میں روانہ
پڑھتا ہوا شعر عاشقانہ

حاصل ہو وہ کوچۂ سلامت
ہو جس میں پناہ تا قیامت

صدقے سے نبیؐ کے ربِ رحماں
ہوں قبر کی مشکلیں بھی آساں

یوں خواب کروں لحد کے اندر
پھر آنکھ کھلے تو صبحِ محشر

محشر میں ہو زیرِ ظلِ رحمت
سایہ مجھے مہر کی حرارت

وحشت تو مجھے حساب کی ہے
پر چشمِ شفاعت نبیؐ ہے

حامی ہیں اگر وہ شاہِ ذی شاں
میزان و صراط سب ہیں آساں

کی نعت نبی لیا ترا نام — امید ہے ہو بخیر انجام
تو نخل امید کو ثمر دے — دامن گل مدعا سے بھر دے
مجھ پر بھی ہو کلک عفو جاری — ماں باپ کی بھی ہو رستگاری
سب میرے عزیز و اقربا شاد — جنت کے مکاں ہوں اُن سے آباد
زندہ جب تک رہوں جہاں میں — اس جوف زمین و آسماں میں
عزت سے بسر ہو یا الٰہی — حرمت سے بسر ہو یا الٰہی
محتاج نہ ہوں کبھی کسی کا — دامن رہے ہاتھ میں نبی کا
یہ بھی رہے آرزو نہ جی میں — مرقد ہو تو روضۂ نبی میں

مقبول امیر کی دعا کر
مانگا ہے جو کچھ وہ سب عطا کر

مناجات ششم

الٰہی چاہتا تو ہے مرا دل — کہ میں بے رنج ہوں جنت میں داخل
مگر ایسی کہاں ہے میری قسمت — کہ ہاتھ آئے مجھے بے رنج راحت
کریمی تو اگر اپنی دکھائے — تو البتہ یہ دولت ہاتھ آئے
نہ دنیا میں کوئی تکلیف پاؤں — نہ عقبےٰ میں کوئی صدمہ اٹھاؤں
بلا چھوٹی بڑی کوئی نہ آئے — کبھی مجھ پر کڑی کوئی نہ آئے
نہ ہو درپیش وقت نزع مشکل — بآسانی کٹے ہر ایک منزل
لحد ہو قطعۂ گلزار جنت — نمایاں ہر طرف انوار جنت
فرشتوں کی اٹھاؤں میں نہ جھڑکی — کھلی ہو سامنے جنت کی کھڑکی
ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہوں — ادا حوریں مجھے دکھلا رہی ہوں
ادھر سے جھانکیں وہ اور میں ادھر سے — انہیں دیکھوں محبت کی نظر سے

قیامت تک اسی عشرت میں گزرے
اسی آرام اسی راحت میں گزرے

پھنکے جب صور آئے روزِ محشر
لحد سے اس طرح نکلوں میں باہر

تماشا دیکھنے میں جس طرح اطفال
نکل آتے ہیں اپنے گھر سے خوشحال

ہجومِ حشر کو سمجھوں میں میلا
جدھر چاہوں اُدھر جاؤں اکیلا

مزاحم ہو نہ میرے ساتھ کوئی
کرے رحمت ہی تیری چارہ جوئی

صراطِ نار و جنت طے ہو اس طرح
چمک کر برق چھپ جاتی ہے جس طرح

تلیں میزان میں جب دم میرے اعمال
تو ہو پلے پہ تیرا جوشِ افضال

نہ ہو کچھ باز پرس اعمالِ بد کی
سزا پاؤں نہ میں افعالِ بد کی

وہاں سے جاؤں سیدھا سوئے فردوس
دماغِ جاں میں پہنچے بوئے فردوس

وہاں دیدار تیرا ہو میسر
اُسی مستی میں پھر گزرے برابر

کچھہ ایسی یہہ کڑی منزل نہیں ہے
مجھے مشکل ہے تجھے مشکل نہیں ہے

تمت

تقریظِ دلپذیر و تحریرِ بے نظیر از نتائج افکارِ مجمع علوم دینی و دنیوی مورد افضال ایزد سبحان جناب مولوی غلام محمد خاں صاحب متخلص بہ تپش اڈیٹر اخبارِ مشیرِ قیصر لکھنؤ

شاہدِ زیبائے سخن نے حسن و جمال میں کمال پایا ہے اور کمال بھی بے زوال پایا ہے معشوقۂ معنی زیورِ کلام سے مجلّٰی ہے وہ زیورِ تابناک کہ زر و جواہر سے زیادہ مزین و مجلّٰی ہے اگر اس دلفریب شکل و شمائل کے شیفتہ و فریفتہ ہم نہ ہوتے کیا ستم تھا اقلیمِ خیال میں ہو کا عالم تھا

آفریدگارِ سخن کی شانِ کن فکاں کا جلوہ نئی نئی صورت میں ظہور پاتا ہے صانعِ مطلق کی قدرت کا تماشا عجب عجب رنگیں اداؤں سے نظر آتا ہے سچ تو یہ ہے کہ حقیقی اور مجازی کے سب بہانے ہیں اُس کے حیرت آور کارخانے میں اگر نطق کو ایک پری پیکر صورت بنا کر ہم سے نہ چھپاتا تو اُسے دیکھکر کسے ہوش آتا فی الحقیقت یہ اُسی کی حکمت کے نمونے ہیں طلسمِ صنعت کے شعبدے ہیں کہ مختلف پیرایہ میں کبھی عشوہ گروں کے عشوے اور کرشمہ سازوں کے کرشمے کو دلربا بناتا ہے کبھی معنی طرازی کا اعجاز سکھاتا ہے داؤد الحانی سے وجد لاتا ہے گاہ بیدادگرِ سفاک کے خنجرِ نہانی سے گھائل کرتا ہے گاہ وارفتگی پر مائل کرتا ہے غرضکہ جذباتِ قلوب کا عالمگیر اثر ہے اس کا گرویدہ ہر فردِ بشر ہے ؎

اِک زمانہ ہے کہ محوِ رُخِ جانانہ ہے
ایک عالم ہے کہ اُس حسن پہ دیوانہ ہے

دہر میں جلوۂ یکتائی معشوق کو دیکھ
زاہدِ خشک بھی اُس شمع کا پروانہ ہے

سبحان اللہ صلِ علیٰ زہے نصیب اُس چمن آرائے گلشن کے جس کا باغِ سخن نعت ہے منقبت کے فیضِ آبہ سے سرسبز و شاداب ہوا ور پھر وہ باغ کیونکر نہ خلدِ برین کا جواب ہو الحمد للہ کہ ایسے چمنستانِ سخن کے نخلبند استادِ فن کامل فاضل افضل شاعرِ شیوا بیان سحبانِ زمان فیض رسان عالم مداح و عاشقِ صادق رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مفتی مولوی امیر احمد صاحب امیرؔ سلمہ اللہ الاعلم ہوئے جن کے فیضِ تربیت سے ایک زمانہ کامیاب ہوا گلشنِ معنی آبیاری مبداء فیاض سے سیراب ہوا۔

نظم

عجب دیوان ہے نور علیٰ نور
سراسر جس میں حمد و نعت مسطور

زمیں سے عرش تک یہ غلغلہ ہے
کہ اس میں مدحت خیر الوریٰ ہے

کلام پاک ہے کام و دہن پاک
زباں پاک اور بیان پاک اور سخن پاک

یہ کہتے ہیں اسے سنکر ملائک
بڑھا اب رتبۂ انسان بیشک

نہ کیوں کر دھوم ہو ایسے سخن کی — یہ ہے روحِ رواں ہر انجمن کی
وہ ہے ہر لفظ میں رنگِ ادا ہے — ارم بھی عندلیبِ مدعا ہے
جہاں تک وجد کی حالت ہو کم ہے — کہ حالِ عاشقِ صادق رقم ہے
عجب گفتار یہ صلِّ علیٰ ہے — کہ اس پر جان سو جان سے فدا ہے
نہ ہو کس طرح سے مقبولِ عالم — کہ ہے نعتِ جنابِ فخرِ آدم

سبحان اللہ جس کا ممدوح ایسا عالی مقام ہو اس کے مداح کا کیونکر نہ برتر کلام ہو فی الحقیقت یہ کلام رشکِ کلیم ہے کوثر ہے تسنیم ہے نعیم ہے نہ یہاں اَلشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ کا مضمون ہے نہ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ کا افسون نہ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ کا جنون ہے یہاں تو اور ہی ذکر اور ہی بات ہے شاعری نہیں پیام الہام ہے یا معجزہ ہے یا کرامات ہے نہ اس میں لات و گزاف کو دخل ہے نہ مبالغہ شاعری کی نقل ہے مگر صاف عاشقانہ بیان فراق و مہجوری و درد و الم ہے لذتِ عشق اور مذاقِ طبع اور لطف فہم و قوت علم و رفعت فکر سے تحریر اور تقریر کا اور ہی عالم ہے گو کہ میں شاعری سے بیگانہ ہوں مگر شاہدِ سخن پر جان دیتا ہوں حُسن معانی کا دیوانہ ہوں بلا تصنع یہہ بات کہتا ہوں کہ خدا سر دے تو یہی سودا دے محبت محبوب خدا میں محو رہے مصنوعی حالت تعشق اور خیالی ڈھکوسلے جو سر تا سر کذب سے بھرے ہیں نہایت برے ہیں عشق حقیقی ایسے نصیب ہوے کہ عشق حبیب ہے مآلِ تقریر این نگ آفرینش تپش کا یہہ مژدہ تازہ ہے کہ یہ کلام فیض انضمام جو معشوق سخن کا غازہ ہے چھپکر تمام ہوا شہرت عام طالبان فروغ سخن نے یہ پیام ہوا کہ یہہ کتاب ستطاب المسمّٰی بہ محامد خاتم النبیین ہم خرما و ہم ثواب ہے عاصیوں کی بخشش کا ذریعہ اور طالبوں کے لئے نزولِ رحمت کا باب ہے اب بفحوائے مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ اس تقریظ کو درود پڑھ کر دو شعروں میں تمام کرتا ہوں اوراقِ خاتمہ کو رد کش ماہ تمام کرتا ہوں شعر

بلغ الله صلوتی وسلامی ابدا — لنبی عربی مدنی الحرمی

دیگر

صل یا رب علی من برجاء الکرم — خص من جاء الیه العموم الناس

قطعہ تاریخ طبع اول مولوی محمد فصیح اللہ صاحب فرنگی محلی المتخلص بہ وفا

چھپا دیوان امیر عاشق محبوب یزداں کا — کہ ہر مصرع کو جس کے سلک در بے بہا کہیے
بلاغت اور فصاحت میں وہ بے مثل زمانہ ہیں — سلف سے شاعروں میں مثل انکا کون تھا کہیے
مضامیں عمدہ و عالی لکھے ہیں نعت کے سارے — بجا ہے گر انہیں عاشق رسول اللہ کا کہیے
ملائک عرش پر کہتے ہیں اک اک شعر کو سنکر — کہ اس طبع رسا پر آفریں و مرحبا کہیے

وفا کو فکر تھی تاریخ کی ناگہ کہا دل نے
زبان و جان سے ایک اک شعر پر صل علی کہیے
۱۲۸۹ھ

ایضاً

وفا چھپ چکا جب کلام امیر — تو دل کو ہوئے فکر تاریخ تھی
کہا ہاتف غیب نے ناگہاں — لکھو دفتر پاک نعت نبی ۱۲۸۹

ایضاً از نتائج افکار سرمد اہل کمال حکیم سید ضامن علی جلال

نعتیہ چھپ چکا جو یہ دیوان بے مثال — منشی امیر احمد والاصفات کا
مصراع سال طبع قلم نے لکھا جلال — دیوان ہے نعت احمد والاصفات کا ۱۲۸۹ھ

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع وقاد جناب مولوی محمد محسن صاحب محسن متوطن قصبہ کاکوری

امیر اللہ اکبر وہ عزیز مصر معنی ہے — کہ بندہ ہے سخن بھی جس کے انداز طبیعت کا
چلے آگے ہیں مصرع شکرستان فصاحت سے — وہ طوطی بولتا ہے شاخ مضموں پر بلاغت کا
در معنی اچھل کر آئے دامان بلاغت میں — وہ جزر و مد ہے دریائے عبارت میں فصاحت کا
سخن گو کہہ رہے ہیں جھوم کر [illegible] کی حالت میں — کہ ابری دفتر دیواں کی ہے یا ابر رحمت کا

تقدم اُس پہ حاصل ہے نہ عرفی کو نہ فیضی کو — مقابل اس کے کیا رتبہ غنی کا یا غنیمت کا

نہیں کچھ شاعری سے فخر اسکی ذات کو حاصل — سخن گو اس کی نسبت سے ملا رتبہ سعادت کا

دماغ اُس کا گلِ صد برگ ہے گلزار وحدت — دل اُس کا عطر مجموعہ ہے گویا علم و حکمت کا

رسالہ نیر زاہد کا زبانِ خشک شامے کی — لب حکمت نوا اک نسخہ ہے قانون قدرت کا

دنیا میں لطف ہیں علم و عمل میں شرع و تقوی کے — ظہور اُس سے ہوا ہے شاہ مینا کی کرامت کا

اُسیکے پرتوِ صورت سے پیدا صورت معنی — اُسیکے قلزمِ کثرت کا مرجاں نگ ہے وحدت کا

یہ دیواں کیا ہے گویا اک گلستانِ ہدایت ہے — ثمر ہے پاک محبوب الٰہی کی محبت کا

گہرباری قلم کی ہے عیاں ہر لفظ و معنی سے — ہر اک نقطہ ہے موتی بحرِ مواجِ رسالت کا

فراموشی رہے دارین سے یادِ ضمیر میں — یہی ہے ایک سید ہار آراستہ گلزارِ جنت کا

سروش غیب نے تاریخ کیا اچھی کہی محسن
کہ یادِ مصطفےٰ سچا وسیلہ ہے شفاعت کا
۱۳۱۹ھ